IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LAHORE

Book No. ۸۱۱۰۶۶ ج

Auth. No. ق ا د ـ ۱

Acc. No ۱۵۹۱

1591

ق 66 ح
491 -79

★ LIBRARY ★
THE IQBAL ACADEMY KARACHI
Book No 1591

۷۸۶

اقبال کی خودی اور حافظ کی بیخودی

دوسرا ایڈیشن

مرتبہ

ناچیز بشیر مخفی القادری علمی کراچوی

ادارۂ تصنیف و تالیف جامع قادریہ

آستانۂ غوثیہ سولجر بازار کراچی

LIBRARY IQBAL ACADEMY, KARACHI
Book No........

۸/-

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ

۷۸۶
۹۲

جملہ حقوق محفوظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقبال کی خودی اور حافظ کی بیخودی

دوسرا ایڈیشن

معہ جدید اضافہ و تبصرات

مرتبہ

ناچیز بشیر مخفی القادری علمی کراچوی

ادارہ تصنیف و تالیف جامع قادریہ آستانہ غوثیہ
سولجر بازار کراچی

۷۸۶
۹۲

هو القادر هو المعین

عارف بے مثال سائیں غنی ؒ ۔ اور صاحب کمال سائیں غنی ؒ

ادارۂ تصنیف و تالیف بیت العرفان

جامع قادریہ آستانہ غوثیہ

یادگار

عارف باللہ شناور دریائے معرفت حق آگاہ

حضرت قبلہ صوفی سائیں غنی القادری کراچوی رحمۃ اللہ علیہ

جانشین و فیض یافتہ وحید العصر

حضرت علامہ الحاج سید گل حسن شاہ صاحب قلندر

قادری پانی پتی قدس سرہ

تعارف

ادیب سندھ صاحبزادہ لبشیر محفی القادری علی کراچوی، اُن خاموش علمی کام کرنے والوں میں سے ہیں جنھیں علم سے قدرتی شغف ہے۔ آپ نے جس قابلیت اور جامعیت سے حافظ کی بیخودی کو اقبال کے نظریۂ خودی کی روشنی میں روشن کیا ہے اُسکی نظیر ملنی محال ہے۔ دونوں بزرگوں کے نظریوں کی تفصیلی وضاحت اور ایک سے دوسرے کی تطبیق اس عمدگی سے پیش کی ہے کہ دل سے داد نکلتی ہے۔ ناظرین مطالعہ فرمائیں گے تو یقیناً میرے ہم نواہوں گے

رشید احمد ایم۔اے
سابق پرنسپل دار العلوم گوجرانوالہ پنجاب

مُترجّم
"آثارِ عجم" "براؤن" وغیرہ

تبصرات

اُدبائے اردو

اِقبال کی خودی اور حافِظ کی بیخودی

یادگار تحریر:- ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کی نظر میں

ناچیز ایک بار اپنی علالت کے دوران میں بابائے اردو جناب ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کی خدمت (اردو کالج) میں حاضر ہوا - اور یہ ناچیز تصنیف پیش کرتے ہوئے سند کی درخواست کی۔ اِس سے قبل بھی ایک بار آپ کی خدمت میں میری دوسری تصنیف (اقبال کا نظریۂ تصوف) بغرض تبصرہ رجسٹرار کراچی یونیورسٹی نے بھجوائی تھی۔ موصوف نے ازراہِ عنایت اس کتاب پر اپنی قلم سے یہ عبارت تحریر فرمائی -

"بشیر مخفی القادری جیلانی اردو کا فارغ التحصیل"

عبدالحق

ناچیز اس یادگار تحریر و عنایت پر موصوف کا بدل ممنون ہے

" سرکار جیلانی کا ناچیز عقیدت کیش "

ناچیز بشیر مخفی القادری

دیباچۂ دوم

بفضلِ خدا حضرت علامہ اقبال کے روحانی علمی مِشن کی حتی المقدور جو کچھ بھی مخلصانہ خدمت مجھ ناچیز سے ہو سکی وہ اربابِ علم و دانش اور علمی حلقوں میں اہلِ فکر و نظر کی حوصلہ افزائیوں سے بحمد اللہ کافی مقبول ہو چکی ہے۔

میں اِن تمام کرم فرما حضرات و تبصرہ نگاروں کا ممنون ہوں۔

مجھے مسرت روحانی ہے کہ قیام پاکستان سے قبل سابق صوبہ سندھ سے یہ پہلی ناچیز خدمت اردو لٹریچر و علم دوست مراکزِ علمی و ادبی و روحانی کیلئے قابل توجہ و اعتنا ہوئی اور اب تک اس ذوق و شوق کو قائم رکھتے ہوئے مجھے یہ خدمت کو میرے ایک قدیم مسودہ کی طباعت و اشاعت کے بعد "اقبال کا نظریۂ تصوف" کی شکل میں نظر آئی جیسے "نئی روشنی" و "عصر جدید" کراچی نے حوصلہ افزا تبصرات و خیالات ظاہر کئے۔ اگرچہ یہ خدمت کافی عرصہ سے سپردِ صفحۂ قرطاس ہو چکی تھی مگر میری ناسازیِ طبع اور حالاتِ ناسازگار نے اِن کاموں کو وقت پر سامنے لانے کا موقعہ نہ دیا۔ بہرکیف اِس کتابچہ "اقبال کی خودی اور حافظ کی بیخودی" کو جدید اضافہ کے ساتھ دوبارہ شائع کرنے کا موقع مل رہا ہے جس میں ایران و پاکستان کے ہمہ گیر آفاقی شعرائے باوقار و حکمائے کامگار لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازیؒ و اقبالؒ کے روحانی

ادبی قومی افکار کے متعلق ایک مختصر سی طائرانہ نظر ڈالی گئی ہے ۔ جسے تحقیق و مبصرانہ حیثیت کا مقام حاصل ہو یا نہ ہو لیکن یہ بھی امکانی سعی اور میری ناچیز سی کوشش کا شاید "ایک نقشِ اخلاص" سمجھا جائے ؟ سب سے پہلے اس مقالہ پر ڈاکٹر سید محی الدین زور قادری حیدر آبادی ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب لاہور، پروفیسر شیخ عطاء اللہ صاحب ایم ۔ اے مرتّب مجموعۂ مکاتیب اقبال کے گرامی ناموں سے ایسی خدمت کے سلسلے اور سعی کو پسند فرما کر مجھے مزید ملی روحانی علمی خدمت کا شوق دلا کر ممنونِ احسان فرمایا جسکا اعتراف و ذکر دوسری تصانیف میں بھی موجود ہے ۔

یقیناً آج کے دور میں صحیح صحت مند تعمیری فکر انگیز ادب کی زیادہ ضرورت ہے جس میں اخلاق و مذہب روحانیت انسانیت کے مراحل و اعلیٰ فرائض و مقام کے ساتھ ادب کا صحیح مقاد بلند و مضبوط کرنا ہے کیونکہ ؏

مقصودِ ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

یقیناً سوزِ حیاتِ ابدی کی دولت اقبال کے "سرچشمہ ہائے فیض" اسکی حکمت و عرفان و تعلیم کے بنیادی ماخذ یعنی عارف اعظم مرشد معنوی مولانائے رومیؒ حکیم سنائیؒ غزنوی خواجہ عطارؒ خواجہ حافظ وغیرہم کے

د

درسہائے معارف وگوہر ہائے حکیمانہ ہیں آج بھی مستفید و مستفیض فرماسکتی ہیں مگر

ع چشم کو چاہیئے ہر رنگ میں وا ہو جانا

مجھے یقین ہے کہ ہمیں اسلامی ثقافت پاکستان اور اخوت ملیہ کے عالمگیر بین الملی و اقوامی اتحاد انسانیت کے پیام و خصوصیات گراں قدر علمی روحانی خدمت ملی و دینی کی شاندار حیثیت میں بہترین اضافہ حضرت علامہ اقبال کے جلیل الشان روحانی مشن کی بدولت بھی ہوگا۔

اقبال کے مقاصد حیات اور فکر و نظریہ بعض مختلف مسائل ادبی روحانی و علمی کو سمجھنے اور غور و فکر و یقین و جلال بصیرت کا سرمایۂ خلوص بنانے کے لیئے مجھے باری تعالیٰ کے فضل و کرم سے توقع ہے کہ ان اوراق کا مطالعہ ضرور فیض بخش و لائق توجہ ہوگا۔ و باللہ التوفیق۔

زندگی جہد است و استحقاق نیست
جز بعلم انفس و آفاق نیست

گفت حکمت را خدا خیر الکثیر | ہر کجا این خیر را بینی بگیر
غربیاں را زیرکی ساز حیات | شرقیاں را عشق راز کائنات
زیرکی از عشق گردد حق شناس | کار عشق از زیرکی محکم اساس

بندۂ ناچیز نعیم بخشی القادری
جامع قادریہ کراچی

اک دانش برہانی اک دانش روحانی
ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی

اقبال

اقبال کی خودی اور حافظ کی بیخودی

(۱) اربابِ علم و فکر کی نظر میں

نقادِ ادب اردو فاضلِ محترم عالیجناب ڈاکٹر سید محی الدین زور قادری صاحب سابق صدر شعبۂ ادب جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن

آپ کا مضمون "پیغامِ حق" میں نظر سے گذرا بہت اچھا مضمون ہے آپ کا ذوقِ ادب قابلِ تحسین ہے۔

"سب رس" کے لئے بھی مضامین لکھئے۔ اُمید ہے کہ "اقبال کا نظریۂ تصوف" بھی اچھا مضمون ہوگا۔" (مکتوب)

(۲) پروفیسر شاہ عبدالغنی نیازی ایم اے ٹی ٹی۔ سی (لٹریچر) جبل پوری کراچی

"بہت اچھا ہوا کہ آپ کا مضمون مطبوعہ "پیغامِ حق" بکڈپو انجمن ترقی اردو دہلی نے شائع کرادیا۔ خدا آپ کو مزید خدمت کی توفیق دے کتاب جلد منگواتا ہوں (مکتوب)

(۳) جناب پروفیسر ضبط ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج کلکتہ

"آپ کی کتاب "اقبال کی خودی" پہنچ گئی یہ لطیف تصنیف نہایت مفید اور معیاری ہے میں پڑھکر بہت مسرور ہوا۔

(مکتوب)

(۴) مخلصی و محترمی صوفی شاہ محمد علی صاحب میکش اکبر آبادی
قادری نیازی مصنف "میکدہ" "نقدِ اقبالؒ" وغیرہ
"میں نے جناب کے مضامین "اقبال کی خودی" پڑھے ہیں اور
محظوظ ہوا ہوں۔ تاہم انشاء اللہ "اقبال کی خودی" سے
بھی استفادہ کروں گا" (مکتوب)

(۵) جناب میر عبدالمنان صاحب ناظم مجلسِ اقبال جموں
"اتنے دور اُفتادہ صوبے میں اقبال کی آواز کا پہونچ جانا
اُس کے دِل سے نکلی ہوئی آہوں کے حقیقی ہونے پر دلالت
کرتا ہے۔ خدا آپ کو مزید توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (مکتوب)

(۶) بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب
"مجھے آپ کی علمی سرگرمیوں کا حال سنکر خوشی ہوئی اللہ
اسمیں اور ترقی دے۔" (مکتوب) ۴ دسمبر ۱۹۵۸ء

تبصرات

حضرت اعجاز صدیقی اکبر آبادی مدیر ماہنامہ "شاعر" آگرہ یوپی
"سندھ کے مشہور ادیب صاحبزادہ بشیر مخفی القادری
کا یہ ایک طویل مقالہ ہے جسمیں خواجہ حافظ شیرازیؒ کی تحیر
اُنکے کلام کے رموز و نکات اور اُنکی بیخودی پر دو سرے
محققین اور ادبا کے حوالوں سے نہایت دلچسپ

پیرائے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ حافظ کی روحانی قوتوں اور بلندیوں کی طرف بھی اشارے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ اقبال کی خودی حافظ کی بیخودی میں ڈوب جانے کا نتیجہ ہے علامہ اقبال نے حافظ سے جتنا روحانی استفادہ کیا اُسکی طرف بھی اشارے ہیں۔ یہ کتاب مختصر ہے مگر علمی و ادبی اعتبار سے اسکا درجہ کافی بلند ہے"۔

"ہماری زبان" دھلی یکم مارچ ۱۹۴۶ء

"یہ بچپن چھپن صفحوں کا جیبی سائز کا چھوٹا سا کتابچہ مصنفہ صاحبزادہ بشیر مجتبیٰ القادری صاحب جسمیں حافظ کی بیخودی کو اقبال کے نظریۂ خودی کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اور دونوں عظیم المرتبت شعرا سے فلسفۂ خودی و بے خودی کے موازنے و مقابلے کے ساتھ قارئین کو آشنا کرانے کی کوشش کی گئی ہے موضوع سے سیر حاصل بحث کی گئی ہے جو مصنف کے خاص مطالعے اور فکر کی گہرائی کا پتہ دیتا ہے۔ اُمید ہے کہ ادبی تنقید سے دلچسپی رکھنے والے حضرات میں یہ کتاب بہت مقبول ہو گی۔ شروع میں رشید احمد صاحب ایم اے کا تعارف شامل ہے۔"

پندرہ روزہ رسالہ "آج کل" دہلی

"اقبال کے فلسفۂ خودی پر بہت سے مضمون لکھے جا چکے ہیں اور کئی کتابوں میں اس پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے لیکن بشیر محقق صاحب نے چونکہ حافظ کی بیخودی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اقبال کی خودی کا مطالعہ کیا ہے۔ اس لئے نیا زاویۂ تنقید ہونے کے باعث اسمیں جدت اور زیادہ افادیت موجود ہے اقبال کے اردو اور فارسی دونوں کلام زیر بحث رکھے ہیں کتاب مختصر ہونے کے باوجود سیر حاصل ہے۔"

علاوہ ازیں جریدہ "ہمدرد" کشمیر اور ہفتہ وار، "حشر" بمبئی نے بھی اس کتاب پر تبصرے کئے دیگر اکابر اہلِ علم نے نیک خیالات کا اظہار فرمایا اور پسندیدگی سے حوصلہ افزائی کی اُمید ہے کہ مستقبل قریب میں دوسری زبانوں میں بھی تراجم کئے جائینگے تاکہ جس مقصدِ نیک سے یہ خدمت ادا کی جا رہی ہے وہ تمام علم دوستوں علمی حلقوں انسانیت دوست طبقات میں ہر جگہ کار آمد ثابت ہو۔

وما توفیقی الا باللہ

مرا زمنطق آید بوئے خامی — دلیلِ او دلیلِ ناتمامی
بر دیم بستہ در ہا را بکشاید — دو بیت از پیرِ رومی یا ز جامی
(اقبال؟)

(۱) حافظؒ کی بیخودی
(۲) اقبالؒ کے نظریۂ خودی کی روشنی میں

اپنے معمول کے مطابق ایک دن حضرت جدِّ امجد قبلہ[1] کے ذاتی کتب خانۂ علمیہ کی سیر کر رہا تھا کہ میری نظر مکتوبات شریف بحر المعانی مصنفہ حضرت سیّد محمدؒ مکی الحسینی نظامی علیہ الرحمتہ (آپ کا تذکرہ شیخ الہند شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں فرمایا ہے) مطبوعہ مطبع احتشامیہ مراد آباد پر پڑی جسے ایک مرتبہ یہ ناچیز علمی نمائش منعقدہ سلور جوبلی انجمن ترقی اردو کراچی میں پیش کر چکا ہے پہلے ورق پر ایک قلمی فارسی غزل تحریر کردہ نظر آئی جو جذبات عارفانہ کی آئینہ دار تھی اور یہ غزل ہندوستان کے مشہور بزرگ

---

[1] مخدوم الملّت افضل القرا قدوۃ الحفاظ حضرت مولانا الحاج حافظ قاری صوفی محمدؐ علم الدین صاحب قبلہ القادری علیہ الرحمتہ متوطن ضلع گجرات پنجاب۔ آپ کے حالات وخدمات کا تذکرہ کتاب "فیضِ علمی یا تجلی فیض" مطبوعہ بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ میں موجود ہے (۱۳۳۲ھ)

حضرت مولانا شاہ محمد سلامت اللہ صاحب کشفی بدایونی علیہ الرحمۃ کی تھی۔
(حالات تذکرۂ علمائے ہند مصنفہ رحمان علی صاحب میں دیکھئے
آپ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تلمیذ خاص تھے)۔
جو آپ نے خواجہ حافظؒ کی مشہور غزل۔

"آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند"

کے انداز میں لکھی ہے آخر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

حرف حزیں بگفتۂ حافظ نمی رسد
کشفی تو کیستی کہ ترا مرحبا کنند

اس غزل کے اثرات نے مجھے اِن ناچیز خیالات کے اظہار پر مجبور کیا
حافظ شیرازی کی شہرۂ آفاق ہستی علمی اور روحانی مراتب کی بدرجۂ اتم حامل ہے
ایران کے صوفی اور غزل گو شعراء میں خواجہ حافظؒ کا ایک بلند مرتبہ ہے
حافظ ایک غزل گو شاعر ہونے کی حیثیت سے بھی کافی شہرت رکھتے ہیں
حافظ کی غزلیں نہ صرف عیش و طرب کے جلسوں میں دلچسپی اور مسرت کا باعث
ہیں بلکہ اہلِ دل اور سوختگانِ عشق و محبت کے روحانی حلقوں میں بھی سوز و گداز
پیدا کر کے خراجِ عقیدت حاصل کرتی ہیں۔ حافظ کی شاعری کی دھوم
یورپ کے کانوں میں پڑی اور اسقدر کہ یورپ کے ادیبوں[1] اور مستشرقین

---

[1] مسٹر پامر پروفیسر نکلسن براؤن ولیم جاکسن وغیرہ اِن لوگوں نے ایرانی ادب
و تصوف کی تعریف کے ساتھ "اسلامی تصوف" کے متعلق بھی صحیح خیالات کی اشاعت
کی (دیکھئے تاریخ عرب ادب ڈاکٹر نکلسن پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی)۔

کے طبقے خصوصی طور پر اُنس رکھنے لگے کچھ مدت ہوئی کہ پروفیسر سید عارف شاہ صاحب گیلانی ایم، اے سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی کے سالانہ رسالہ "کرانیکل" گولڈن جوبلی نمبر میں خواجہ صاحب کی شاعری اور حالات وارشادات پر انگریزی زبان میں (Hafiz & Sons) کے عنوان سے ایک بلند پایہ مقالہ لکھا تھا حافظؔ کی مقبولیت خداداد کا اندازہ اس کے کمالات شہرت وعقیدت اور قدردانی سے بخوبی ہو سکتا ہے سے

فگندہ زمزمۂ عشق در حجاز و عراق ٭ نوائے بانگِ غزلہائے حافظؔ شیراز

حافظ کے کلام وشاعری اور حالات پر مختلف اور متعدد تبصرے ہو چکے ہیں اور تنقیدات، احساسات، جذبات وخصوصیات اور عارفانہ نکات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے محققانہ طور پر آپ کی شاعری وحالات اور فکر ونظر پر اپنی تصانیف میں تبصرہ کیا ہے، حافظ کے سوانح حیات سے یہ بات روشن ہوتی ہے کہ رندانہ مذاق اور جذباتِ محبت کا اثر حافظ پر فطری تھا، حافظ بے باکانہ طور پر خود پرستی کے عزائم اور ریاکاری کے جذبات ترک کرنے کے اسباب بتلاتا ہے، سے

فکر خود ورائے خود در عالم رندی نیست ٭ کفر است دریں مذہب خود بینی وخود رائی

(یا القا الہام اور دحی ذوقی شاہ صاحب مرحوم) تبصرہ بر دی لیکسی آف اسلام" اور لٹریری ہسٹری آف پرشیا مسٹر براؤن ایم۔ اے وغیرہم جس کے جواب میں صبغتہ اللہ مولانا غلام محمد ایم۔ اے، ایم، او، ایل (عربی)، مولوی فاضل سب جج مجسٹریٹ درجہ اول نے تصنیف فرمائی ہے۔

آزاد منش قلندر مشرب حافظ گویا مجاہبات، اسرار و حقانیت کا پیکر ہے۔ مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ان کے اشعار اور جستہ جستہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت سادگی اور آزادی سے زندگی بسر کرتے تھے، قرآن مجید کے نکات اور حقائق پر درس دیتے تھے لیکن بایں ہمہ اظہار تقدس سے نہایت نفرت رکھتے تھے، صاف دل اور بے تکلف تھے، جو دل میں تھا، وہی زبان پر تھا، کوئی برائی کرتے تو ریاکاری کے پردے میں چھپا کر نہ کرتے،"

(حیات حافظ)

حافظ کے کلام میں مجاز و حقیقت کا عکس یکساں نظر آتا ہے، رندانِ خم کدۂ حافظ خم کے خم پی کر بھی "ہَل مِن مَّزِید" کا نعرہ لگاتے ہیں، درد و گداز اور عشق و محبت کی دولت مبتدا فیاض سے حافظ رح کو خوب عطا ہوئی ہے اور یہی چیز ایران کے صوفی شعراء میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے چنانچہ مولانا شبلی نعمانی "الغزالی" میں لکھتے ہیں کہ "امام غزالیؒ نے جب فارسی زبان کو تصوف سے آشنا کیا اور فارسی لٹریچر کے رگ و پے میں صوفیانہ خیالات سرایت کر گئے تو پھر شاعری میں بھی سچے جذبات و احساسات آگئے، خواجہ فرید الدین عطار رح متوفی ۵۱۲ھ جو اس طرز کے بانی تھے سادگی کے ساتھ صوفیانہ خیالات ادا کئے، عارف رومؒ نے اس میں گرمی پیدا کی اور پھر سعدیؒ و حافظؒ و عراقیؒ نے اس شراب کو اس قدر تیز کر دیا کہ ع

حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار

غرض کہ فارسی شاعری میں تاثیر کا جو نشہ پیدا ہوا وہ تصوف کی بدولت اور تصوف

کا جو مذاق زبان میں آیا وہ امام غزالیؒ کی بدولت آیا"

حافظؒ کی زندگی عملی طور پر سیاسی رموز سے بالکل علیحدہ تھی "بانگِ درا" میں شاعرِ مشرق مفکرِ اعظم علامہ ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمتہ نے "قربِ سلطان" کی نظم سے اسی عقیدت وحقیقت کا اظہار کیا ہے جس ہیں

"پیامِ مرشدِ شیراز بھی مگر سن لے" کہہ کر

نکاتِ حافظ کو روشن کر دیا ہے، حافظ کا درسِ اتحادِ انسانیت بالکل مخلصانہ تھا اور یہ چیز حافظ کی روحانی فکر و نظر میں خصوصی اہمیت رکھتی ہے، حافظ کے کمالاتِ باطنی کا نظارہ اہلِ دل اور عرفائے کاملین کے ارشادات سے بخوبی ہو سکتا ہے، سہ

تا اقتدا بہ حافظِ شیراز کردہ ایم ÷ گردیدہ مقتدائے دو عالم کلامِ ما!

(نظیری)

حافظ اتحاد و محبت کا فطری شائق ہے، وہ اپنے آئین درویش کا واضح اعلان کرتا ہے سہ

جنگِ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ ÷ چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ!! ÷ کہ عنقا را بلند است آشیانہ

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست ÷ ہر جا کہ ہست پرتو روئے حبیب است

نقرِ ظاہر بیں کہ حافظ را!! ÷ سینہ گنجینۂ محبت اوست!

آسائشِ دو گیتی تفسیرِ ایں دو حرف است

با دوستاں تلطف با دشمناں مدارہ

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے اسرارِ خودی میں جو کچھ حافظؔ کے نظریے سے اختلاف کیا وہ چند وجوہ پر تھا، بعد میں آپ کا نظریہ بدل گیا تھا جو ہر اقبالؒ میں حضرتِ اقبالؒ کا مکتوب شاہد ہے، حضرت مولانا عبد المالک صاحب آروی لکھتے ہیں کہ اقبالؒ نے فارسی شعراء بالخصوص صوفیانہ شاعری سے بڑی حد تک استفادہ کیا ہے اس سلسلہ میں سنائیؒ عطارؒ رومیؒ خاقانیؒ کا نام لیا جاسکتا ہے ان کی شاعری پر زبانِ فارسی کے دیگر ہندی ایرانی شعراء کا اثر پڑا ہے مثلاً حافظؒ صائبؒ طالب آملی بیدل وغیرہ کا کلام بھی ان کے زیرِ مطالعہ رہا ہے" (اقبال کی شاعری کا صفحہ ۲ سلسلۂ مطبوعات آرہ طاق بستان)

اقبالؒ کی سیاسی زندگی اور حکیمانہ نظریوں میں ایک حد تک دورِ حاضر کے انقلابی خارجی داخلی اثرات بھی شامل تھے اور پھر اقبال نے صوفیائے[۱] کا مین ہر کی فلاسفی عرفانِ نفس یا خودشناسی کا نظریہ لے کر اپنے اجتہادی اصول میں خودی یعنی خود آگہی سے ملی نشوونما اور تربیت دینی چاہی،

---

[۱] گو بظاہر اقبالؒ اس نظریے میں جرمنی مفکر نٹشے کے خیالات سے بھی استفادہ کر چکے تھے (اقبالؒ کے چند جواہر ریزے)

[۲] اقبالؒ کا وہ خط دیکھیے جو ڈاکٹر نکلسن کے نام بعض انگلستان کے ادیبوں کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے لکھا گیا ہے،

(Iqbal's Superman in Islam" از ساز علی ساز ایم اے کرانیکل سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی ملاحظہ کیجئے)

فردوس میں رومیؒ سے یہ کہتا تھا سنائیؒ

مشرق میں ابھی تک وہی کاسہ ہے وہی آش

حلاجؒ کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر!

اک مردِ قلندر نے کیا رازِ خودی فاش

(ضربِ کلیم)

حافظؒ ایک خود آگاہ اور زندہ قلندر ہے جس نے اپنی آنکھوں سے کئی انقلاب دیکھے وہ جمود اور اثرات پھیلانے کا باعث نہیں ہو سکتا ہم اگر غور و فکر کریں تو یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ حافظؒ کی فلاسفی "بے خودی" کی مستانہ کیفیتوں میں بھی "خود آگہی" اور ہمت و عمل کی آئینہ دار ہے، اب اگر اس کے آرٹ اور نظریے سے عوام کچھ اور مطلب نکال لیں تو حافظؒ کی شاعری مورد الزام نہیں ہو سکتی، حافظؒ فطری جذبات اور عرفانی مشاہدات کی جھلک دکھلاتا ہے،

روحانیت کے فطری مقاصد ہر دور میں فطری تربیت کو نشو و نما دینا چاہتے ہیں اور اس کے لطیف اثرات ظاہر و باطن میں یکساں ظہور میں آتے ہیں اس حقیقت کا انکشاف اقبالؒ نے "قلندریت" کے دور میں خوب کیا ہے اس میں شک نہیں کہ حافظؒ نے بھی اپنے اشعار میں بعض جگہ ملکی انتشار اور اس دور کے زوال کے اسباب پر اپنے احساسات کا اظہار کیا ہے مگر عملی طور پر وہ بھی حضرت اقبالؒ کی طرح ؎

یہ نکتہ ہائے سیاست تجھے مبارک ہوں

کہ فیضِ عشق سے ناخن مرا ہے سینہ خراش

کی صورت رکھتے ہیں، حافظ نے کسی ممدوح دماغوں کو پسند نہ کیا بلکہ اپنے فطری مذاق کی بنیاد وسیع النظری اور آزاد منشی پر رکھی تھی،

ملک کے مشہور ادیب وشاعر میر ولی اللہ صاحب بی اے، ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد مصنف "گلِ نگ مدوی" وغیرہ نے نہایت محنت سے یہ علمی کارنامہ پیش کیا ہے کہ آپ نے حافظ کے ارشادات پر اردو زبان میں ایک عالمانہ شرح لکھی ہے جو کئی جلدوں میں طبع ہو چکی ہے! حافظ کی زندگی میں سلاطین وقت امراء اور ہم عصر شعراء آپ کے عقیدتمند اور مربی تھے بلکہ دور دراز ممالک کے فرماں روا آپ کو طلب کیا کرتے تھے مگر شیراز کی خاکِ پاک سے قدم باہر رکھنا گوارا نہ تھا، مخدوم زمن حضرت شاہ محمد حسن چشتی صابری رامپوری ہم عصر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مترجم تفسیر "فتح العزیز" فارسی اپنی مشہور ضخیم تصنیف "تواریخ آئینہ تصوف" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت خواجہ حافظ شیرازی ۲۲ ماہ صفر ۷۲۸ھ کو پیدا ہوئے بروز دوشنبہ بوقت مغرب خوزستان میں (از تواریخ ظہرت نامہ) ۲ ماہ شوال بروز جمعہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے بمقام قیصاریہ خلافت پروانۂ حاصل کی خلیفہ اکبر آپ سے اس سلسلہ خاص میں حضرت میاں شاہ لاہوری ہوئے ہیں" مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ "قرآن مجید اور تفسیر کے ساتھ خاص لگاؤ تھا" دیوان کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ کشاف پر حاشیہ بھی لکھا ہے خود فرماتے ہیں

ز حافظان جہاں کس چو بندہ جمع نکرد
لطائف حکما با کتاب قرآنی

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب قرآن مجید کی تفسیر میں منقول کو نقول سے تطبیق دیتے تھے، فنِ قرأت میں کمال تھا اس کے ساتھ خوش آواز بھی تھے معمول تھا کہ ہمیشہ جمعہ کی رات کو مسجد کے مقصورہ میں تمام رات خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے، قرآن مجید حفظ تھا، اور اس مناسبت سے حافظ تخلص رکھا۔ قرآن دانی پر ان کو ناز تھا چنانچہ اشعار میں جا بجا اس کے اشارے پائے جاتے ہیں ؎

ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ ؛ بہ قرآنے کہ اندر سینہ داری

صبح خیزی و سلامت طلبی چوں حافظ ؛ آں چہ کردم ہمہ از دولت قرآں کردم

(حیاتِ حافظ)

آج میرا مقصد یہی ثابت کرنا ہے کہ حافظ اتحاد و محبت کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اپنے حکیمانہ درس ملی ارتقا اور عرفانِ خودی (خود شناسی، خود آگہی خدا طلبی لقمۂ ذوق و حقیقت و کمالِ محبت و نذرِ عشق مدطلب ذات و صفات توحید و رسالت و ائمہ کرام وغیرہ) کا بھی پیغامبر ہے، اس سلسلہ میں حافظ و اقبال کے چند ارشادات کے موازنے سے یہ حقیقت ظاہر ہو جا[ئے] محترمی میر ولی اللہ صاحب وکیل ایبٹ آباد کے چند گراں قدر افادات پیش کر[تا] ہوں ؎

سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی ؛ مزد اگر می طلبی طاعت استاد ببر

ترجمہ:۔ کوشش کیے بغیر اس راستے میں منزل تک نہیں پہونچے گا اگر تو صلہ چاہتا ہے تو استاد کی خدمت کر مقصد یہ ہے کہ بغیر سعی کے تو منزل مقصود تک

نہیں پہونچ سکے گا،

لیسَ لِلاِنسانِ اِلّا مَا سَعیٰ!

خواجہ صاحب اگرچہ جبری خیالات کے ہیں مگر سعی اور کوشش کو ضروری سمجھتے ہیں، کوشش کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے

گفت پیغمبر باوازِ بلند ؛ باتوکل زانوئے اُشتر بہ بند
رمزِ الکاسب حبیب اللہ شنو ؛ از توکل در سبب کاہل مشو

(رومی رح)

حافظ کے اس ارشاد میں علمی اخلاقی روحانی قومی اور ملی مذہبی عزائم کے لئے بہترین درسِ عمل ہے، اس شعر سے استادِ روحانی کی اطاعت و خدمت کا بھی سبق ملتا ہے، عمل و زندگی کے ارتقا کے لئے کتنا نفیس[۱] نکتہ ہے،

من تعلم حرفاً فھو مولاہ، وَلِلّٰہِ العزۃ ولرسولہٖ وللمؤمنین ٥

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبحگاہی ؛ کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام بادشاہی
اہل دانش عام ہیں کمیاب ہیں اہل نظر ؛ کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاغ
عاشقی محکم شو تقلیدِ یار! ؛ تا کمند تو شود یزداں شکار!
عاشقی آموز محبوبے طلب! ؛ چشمِ نوح دلِ ایوبے طلب!

(اقبال رح)

---

[۱] خزینۃ الاسرار میں ارشادات نبویہ و الہاماتِ الہیہ کا ایک خاص باب اس ضمن میں موجود ہے!

(۲) حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار

تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور

ترجمہ:۔ اے حافظ فقر کے گوشے اور سیاہ راتوں کی خلوت میں جب تک دعا اور قرآں کا درس تیرا ورد ہو گا تجھے کچھ ڈر نہیں،

خواجہ صاحب کی سوانح عمری پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تمام عمر درس قرآن میں گذری، آپ پرلے درجہ کے شب بیدار اور سحر خیز عابد تھے، فرماتے ہیں کہ جب تک دعا اور درس قرآن تیرا ورد ہے تجھے کچھ خطرہ نہیں سعادت دارین تجھے حاصل ہو گی،

ہر ایک مسلمان کو یہ نصیحت گوش ہوش سے سننی چاہیئے کہ مسلمانوں کی دینی اور دنیوی فلاح و بہبود قرآن کریم سے وابستہ ہے،

گر تو می خواہی مسلماں زیستن

نیست ممکن جز بقرآں زیستن

(اقبالؒ)

(۳) چو باد از خرمن غیراں ربودن خوشہ تا چند

ز ہمت توشہ بردار و خود تخمے بکار آخر

ترجمہ:۔ اغیار کے خرمن سے ہوا کی طرح تو کب تک خوشہ چینی کرے گا، ہمت سے توشہ اٹھا اور آخر خود بھی تو بیج بو۔

ایک نہایت زریں اصول اور بہت قیمتی نصیحت ہے فرماتے ہیں کہ ہوا کی طرح دوسرے لوگوں کے خرمن سے کب تک خوشہ چینی کرے گا، خود کمر ہمت باندھ اپنے

ہاتھ پاؤں ہلا اور خود بیج بو تاکہ تو بھی خرمن کا مالک ہو اور دوسرے لوگ تیرے خرمن سے خوشہ چینی کریں، ایک عام فہم مثال سے خواجہ صاحب نے ایک عظیم الشان اصول کی تعلیم دی ہے، ذوقِ عمل پر اس سے بہتر کوئی شعر نہیں ہو سکتا،

(۴) فیضِ روح القدس از باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد!

ترجمہ:۔ روح القدس کا فیض اگر پھر مدد فرمائے تو اور لوگ بھی وہ بات کر سکتے ہیں جو مسیحا کرتا تھا شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر تائیدِ غیبی اور فضلِ خدا شاملِ حال ہو تو ہر ایک آدمی ایسا کام کر سکتا ہے جو حضرت عیسیٰ کیا کرتے تھے (یعنی مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے) اس شعر میں خواجہ صاحب نے ایک نہایت حوصلہ بخش اور اُمید افزا اصول کی تلقین کی ہے، حقیقت میں انسان کو بڑے سے بڑے کام کے سرانجام دینے سے کبھی مایوس نہ ہونا چاہیئے، انگریزی میں ایک مقولہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو کام ایک شخص نے کیا وہ دوسرا بھی کر سکتا ہے،

(۵) بخواری منگر اے منعم ضعیفاں و فقیراں را
کہ صدرِ مسندِ عزت فقیرِ رہ نشیں دارد

ترجمہ:۔ اے دولتمند ضعیفوں اور فقیروں کو حقارت سے نہ دیکھ کیوں کہ مسندِ عزّت کا صدر رہ نشیں فقیر کے پاس ہے یعنی اصلی عزّت فقیروں ہی کو حاصل ہے تو اُن کو حقارت سے نہ دیکھ تیری دنیاوی عزّت کچھ نہیں،

کہاں سے تو نے اے اقبالؔ سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

فقرائے للّٰہیؒ فانی فی اللہ کے درجات قربِ بارگاہ خداوندی پر حدیث و قرآں کے آیاتِ وحقائق صحیح کثرت سے موجود ہیں چنانچہ "روض الریاحین" میں حضرت امام یافعی محدّث یمنی مکی نے ایک خاص باب کتاب وسنت وحکایتِ صالحین سے اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے،

"فقر ہے میروں کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ" (اقبال)

لِلفُقَرَاءِ الَّذِینَ اُحصِرُوا فِی سَبِیلِ اللّٰہِ لَا یَسئَلُونَ النَّاسَ اِلحَافًا، وَفِی اَموَالِہِم حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالمَحرُومِ!

سلہ قومے کہ ہر دو کون بیک جو نمی خرند

ایشاں دم از محبتِ دنیا کجا زنند

علامہ سید محمد جعفر مکی الحسینی صاحب بحرالمعانی

(خلیفۂ اعظم خواجہ نصیر الدین رح چراغ دہلی)

خواجہ حافظ کی مشہور غزل سے

یاری اندر کس نمی بینم یاراں را چہ شد

دوستی کے آخر آمد دوستداراں را چہ شد

جناب میر ولی اللہ صاحب ایک طویل تبصرے کے بعد لکھتے ہیں کہ:-

"یہ غزل موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی مذہبی اخلاقی تمدنی اور ملکی حالات کا بالکل صحیح نقشہ ہے" اسی غزل کا ایک شعر ہے،

سلہ اسلام کا نظریہ مساوات اور معاشی نظریہ قرآنی نکتہ سے لائق غور و توجہ ہے، جو غرباء پروری، ہمدردی خلائق کی بے مثل تعلیم پر مبنی ہے،

ے لعلے از کانِ مروّت بر نیامد سالہا است
تابشِ خورشید و سعیِ ابرِ باراں را چہ شد

ترجمہ :- کئی سال ہوئے کہ مروّت کی کان سے کوئی لعل نہیں نکلا، آفتاب کی تابش اور ابرِ باراں کی سعی کو کیا ہوا ؟ تابشِ خورشید اور ابرِ باراں کے اثر سے پتھر لعل بنتے ہیں، فرماتے ہیں کہ کوئی لعل نظر نہیں آتا، تابشِ خورشید کو کیا ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی مرد پیدا نہیں ہوتا، دستِ قدرت کو کیا ہوا۔

اس سوال کا جواب خواجہ صاحب خود شعر ۱۲۶ میں دے چکے ہیں،

ے طالبِ لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید
ہمچناں در عملِ معدن و کانست کہ بود

اسی مضمون پر ہے!

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں ؛ راہ دکھلائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں!
تربیت عام تو ہے جوہرِ قابل ہی نہیں ؛ جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گِل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں ؛ ڈھونڈنے والے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں
(اقبال)

(۷) فرشتہ عشق نداند کہ چیست اے ساقی
بیا ز جام شرابے بخاکِ آدم ریز!

ترجمہ :- اے ساقی فرشتہ نہیں جانتا کہ عشق کیا ہے، پیالہ لا اور آدم کی خاک پر شراب گرا، ساقیِ میخانۂ عشق کو مخاطب کر کے خواجہ صاحب فرماتے ہیں

کہ فرشتوں کو معلوم نہیں کہ عشق کیا چیز ہے یہ نعمت انسان کے حصہ میں آئی ہے اس لئے شراب صرف آدم کی خاک پر ہی گرانی چاہیئے، پہلے کئی بار لکھا جا چکا ہے کہ رابطۂ عشق صرف خدا اور انسانوں کے درمیان ہے، خدا اور فرشتوں کے درمیان نہیں، عشق کی شراب صرف آدم کی مٹی میں ملائی گئی ہے،!

(۸) طریقِ خدمت و آئینِ بندگی کردن
خدائی را کہ رہا کن بیاد سلطان باش

ترجمہ:- خدمت کا طریق اور بندگی کرنے کا قاعدہ خدا کے لئے چھوڑ اور بادشاہ بن، مطلب یہ ہے کہ آزاد خیال ہو اور دل کا بادشاہ بن، اغیار کی خدمت اور بندگی چھوڑ، علو ہمت اور آزادمنشی کی تعلیم ہے"،

اسی غزل کے ایک شعر پر شاعرِ مشرق نے "بانگِ درا" میں حافظؒ کے متعلق ایک نظم لکھی ہے۔

اب حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمتہ کی تعلیمات جستہ جستہ فلسفۂ خودی کی بھی دیکھیئے کہ آپ کا نعتِ الیمن لسانُ الغیب خواجہ حافظؒ کے حقیقی درس سے کسقدر قریب ہے، حافظؒ کا پیام بخودی فی نفسہٖ صحیح معنوں میں اسرارِ خودی کے رموز عریاں کرتا ہے، ملاحظہ

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے ٭ پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے ٭ دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے
خودی ہو علم سے محکم تو غیرتِ جبریل ٭ اگر ہو عشق سے محکم تو صورِ اسرافیل

عشق کی گرمی سے ہے معرکۂ کائنات ∴ علم مقامِ صفات عشق تماشائے ذات

زباں نے کہہ بھی دیا لاالٰہ تو کیا حاصل ∴ دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

متاعِ دین و دانش لُٹ گئی اللہ والوں کی ∴ یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق ∴ عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے ∴ خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں ∴ مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ ∴ ہے کسی اور کی خاطر یہ نصابِ زر و سیم

اے کہ زیرِ فلک مثلِ شرر تیری نمود ∴ کون سمجھائے تجھے کیا ہیں مقاماتِ وجود

درویشِ خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی ∴ گھر میرا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند

بنایا عشق نے دریائے ناپیدا کراں مجھ کو ∴ یہ میری خود نگہداری مرا ساحل نہ بن جائے

عروجِ آدمِ خاکی سے سہمے جاتے ہیں انجم ∴ کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

باخبر شو از مقامِ آدمی !! ∴ آدمیت احترامِ آدمی !!

چیست دیں دریافتن اسرارِ خویش ∴ زندگی مرگ است بے دیدارِ خویش!

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب ، ∴ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں !!!

علم مقامِ خبر فقر مقامِ نظر !! ∴ فقر میں مستی ثواب علم میں مستی گناہ

مجھے خبر نہیں شاعری ہے یا کچھ اور ∴ عطا ہوا ہے مجھے ذکر و فکر و جذب و سرور

اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی ! ∴ کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی

نہ میں عجمی نہ ہندی نہ عراقی و حجازی ∴ کہ خودی سے میں نے سیکھی دو جہاں سے بے نیازی

بتاؤں تجھ کو مسلماں کی زندگی کیا ہے ! ∴ یہ ہے نہایتِ اندیشہ و کمالِ جنوں !

عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال ؞ عجم کا حسن طبیعت عرب کا سوزِ دروں
خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات ؞ ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز
مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ ؞ عشق ہے اصلِ حیات موت ہے اس پر حرام
نقطۂ پرکارِ حق مردِ خدا کا یقیں ! ؞ اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم ؞ جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان ؞ کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان
جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی ؞ الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

یہاں تو اقبال و حافظ کی فکر و نظر میں کوئی تضاد معلوم نہیں ہوتا البتہ بظاہر بیان مقام اور ماحول جداگانہ ہے، اقبال کی قومی اور ملی زندگی نے جو احساسات پیدا کیے، لازماً وہ ماحول سے وابستہ تھے، ایک قومی مصلح اور رہنما کی حیثیت سے اقبال کا پیغام انہیں تاثرات کا حامل ہے، لیکن اقبال علم عرفان، اخلاق و روحانیت کے رموز و نکات بھی عریاں کر چکا ہے، خواجہ صاحب بھی اپنے یکتا انداز میں یہی دولت بے بہا لٹاتے ہیں اگر صحیح احساس کے اظہار و تفکر کو علم و عمل کا نظام تصور کر لیا جائے تو آج بھی ارباب بصیرت اور اہلِ نظر حافظ کی "بے خودی" میں اقبال کی خودی کے اسرار و جوہر پا سکتے ہیں، حضرت علامہ کی بلند و بالا نگاہ اور بلند پرواز تخیل اپنے نزدیک مشرق و مغرب کے اہلِ کمال کی قدر افزائی پاتا ہے اور جو غالب و داغ، حالی و بیدل، صائب و رومی

سنائی وعطار، خاقانی، راقم نانک، گوئٹے، نیٹشے، آرنلڈ وغیرہ سے یکساں انس رکھتا ہے، کیا وہ ایران کے روحانی عارف اور بے مثال شاعر خواجہ حافظ شیرازیؒ سے کچھ بھی انس نہیں رکھتا؟ اقبال جب فلاسفر اسلام، قدوۂ عارفاں حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ کا حلقہ بگوش ہوتا ہے، تب قلندریت کے اسرار و رموز کا عقدہ حل ہوتا ہے اور اس لحاظ سے تو اقبال حامیِ انقلاب و آزادی ہوتے ہوئے حافظ کی فکر و نظر کا بھی ایک حد تک قائل اور پیرو ہے ؎

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ ؛ کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ
جہاں میں جوہر اگر میرا آشکارا ہوا ؛ قلندری سے ہوا ہے تونگری سے نہیں
اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے ؛ عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے
تو بھی ہے اسی قافلۂ شوق میں اقبال ؛ جس قافلۂ شوق کا سالار ہے رومی
زروی گیر اسرارِ فقیری! ؛ کہ آں فقر است محسودِ امیری
قلندریم و کراماتِ ما جہاں بینی ؛ ز ما نگاہ طلب کیمیا چہ می جوئی

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازیؒ نے آج سے بہت پہلے پکارا تھا!

آنچہ زر می شود از پرتو آں قلب سیاہ ؛ کیمیائیست کہ در صحبتِ درویشاں است

جناب پروفیسر آغا محمد حشری شیرازی جرنلسٹ مدیر "برق" بمبئی نے "تشریحِ غزلِ زندہ دوراں" کے عنوان سے ہمارے درویش شاعر کی ایک غزل پر عمدہ شرح لکھی ہے چنانچہ آپ اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں ؎

نظر ز صحبتِ روشن دلاں بیفزائید ؛ ز دردِ کم بصری توتیا چہ می جوئی

ترجمہ:۔ کم نظری یا کوتاہ نظری کا علاج توتیا سے ناممکن ہے اگر تو اپنی نظر کو وسیع اور رفیع کرنا چاہتا ہے تو ان لوگوں کی صحبت کا شرف حاصل کر جو روشن ضمیر ہیں اور نورانی قلب کے مالک ہیں یعنی حجاب لامکاں اور وہ حجاب جن کا تو متمنّی ہے تیری آنکھیں اُس وقت تک اُن حجابوں کو نہیں دیکھ سکتیں جب تک تو ایسے بزرگوں کی صحبت کا شرف حاصل نہ کرے جن کی نظروں سے قدرت کے حجاب اٹھ چکے ہوں اور جن کے منہ سے یہ آوازیں بلند ہو رہی ہوں "نحن حجاب اللہ اکبر" کہ کوتاہ نظری کا علاج توتیا سے نہیں بلکہ اُن کی صحبت سے ہو سکتا ہے جو فنا فی اللہ کی منزل میں پہونچ کر طبقات ارض و سما کے مناظر دیکھ سکتے ہیں (الاصلاح بمبئی ۱۰ر جون ۱۹۳۹ء صفحہ ۹)

(حدیث مشکوٰۃ باب ذکر اللہ عز وجل مقام فنا فی المحبت)

تقرب نوافل و عبودیت کے لئے اسی مقصد کو اقبالؒ "نظریۂ تصوف" کے باب توحید وجودی و شہودی کی بحث میں بیان کیا گیا ہے جن کے مد نظر اور کشف بصیرت دل و دماغ پر قدرت کے انعامات خود شاہد عادل ہیں

"کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ" (روحی)

کونوا مع الصادقین!

حضرت علامہ فرماتے ہیں، ؎

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں ؛ ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا ؛ حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر ؛ علم و حکمت از کتب، دیں از نظر

علامہ کی مشہور نظم خطاب بہ جاوید "ضربِ کلیم" میں قابلِ مطالعہ ہے،
لسان العصر علامہ حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم نے سچ فرمایا تھا، ؎

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

یہی حقیقت اسلامک صوفی ازم (تعلیمات فقرِ محمدیہ) کی روحِ رواں ہے،

فقر خواہی آں بہ صحبت قائم است ÷ نے زبانت کار می آید نہ دست
وقتِ مردے گیر تا مردے شوی ÷ جز بمردے نیست راہ رہبری
تا نہ افتد بر تو از مردے نظر ÷ از وجودِ خود کجا یابی خبر
فلسفی گشتی و آگہ نیستی ÷ تو کجا وُ از کجا و کیستی!
خود شناسی کار باشد اے فلاں ÷ کارِ دیگر ہیچ ہیچ در ہیچ داں!

(رومیؒ)

جناب ملک غلام محمد مرحوم سابق گورنر جنرل پاکستان و وزیر مالیات آف حیدر آباد دکن اپنے ایک بلند پایہ مقالہ "شاعرِ مشرق" میں خوب لکھتے ہیں کہ: اقبالؔ کی شاعری اور پیغام کو سمجھنے کے لئے بخوبی ذہن نشین ہونا چاہیئے کہ وہ ایک فیلسوف ہے اور وہ بھی ایسا جو تصوف کے رنگ میں رنگا ہوا ہے اور اقبالؔ کی شاعری سے محظوظ ہونے کے لئے یہ بھی ملحوظِ خاطر رہنا ضروری ہے کہ وہ محض ایک روکھا پھیکا فلسفی اور منطقی نہیں، بلکہ دماغی قابلیتوں کے ساتھ ساتھ اس میں وہ جوشِ ایمانی وہ یقین اور وہ کامل صداقت بھی موجود ہے جس کے بغیر ہر شاعر اور حکیم ایک بے جان قالب ہے، اقبالؔ کو وہ دیشوں اور

بزرگانِ دین سے روحانی فیض پہنچا جس کا اعتراف ان کے کلام میں جا بجا پایا جاتا ہے"

(آج کل دہلی صفحہ نمبر ۲۰ بابت اگست ۱۹۴۳ء)

سچ فرمایا حضرت امام الولایت صاحب عرفان و کرامت سیدنا مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ نے!

اَلْاِیْمَانُ بِمَعْرِفَتِہٖ بِالْقَلْبِ "ایمان قلبی معرفت کا نام ہے"

قبضۃ اللہ" مولانا غلام محمد ایم۔ اے (ایم، ایل، او)

دولتِ حکمت و شعر بھی تلامیذ الرحمٰن سے ایک فطری تقاضے پر صدق و ایمان کی روح باطن رکھنے کی متقاضی ہے ورنہ حکما ئے اشراقی و مشائین بھی با وجود ذہانت و فطانت انشراح حکمت" قوت یقین و عمل" جو سرچشمۂ الہام و نبوت" کا خاصہ ہے، محروم رہے!

یہ حقیقت بھی ایک عالم فہم و ذوق کا[1] فکر و احساس باطن لئے ہوئے ہے، اسی لئے اقبال بھی کسی حد تک فلاطونیت کے بعض مسائل پر تنقیدی فکر پیش کرتے ہے اگرچہ تلاش و تجسس یوں وہی مقصد اصل حقیقت میں حکمائے اسلام و اسلامی تصوف کو "روح قرآنی" کے باطنی اسرار و معارف میں خود قرنِ اول و عالم اول ہی میں عالم ارواح سے عالم مثال و عالم ظہور و ظاہر و باطن کی تجلیات

---

[1] حق اگر سوزے ندارد حکمت است ٭ شعر می گردد چو سوز از دل گرفت!
بوعلی اندر غبارِ ناقہ گم! ٭ دستِ رومی پردۂ محمل گرفت!
(اقبال)

میں سرکار دو عالم کے فیضان نظر و صحبت سے عریاں رہا ہے اور اس بحث کی[۱]
طوالت نہ مقاصد ہی پر کچھ لکھا جائے تو ایک طویل مساعی کی ضرورت
لاحق ہوگی، سردست اسی پر اکتفا کیا گیا کہ یہی مقصد صادق و عمل ایمان
اخلاص معرفت ظاہر و باطن تربیت فکر و نظر کے اشارات پر اگر عمیق نظر ڈالیں
تو ارشادات حافظ اور ارشاداتِ اقبال کے لاتعداد جواہر ریزے ہمارے
ہاتھ آئیں گے، جس کی حقیقی قدر و قیمت ہر بصیرت یافتہ دل کر سکتا ہے کہ

"خوش باش دمے کہ زندگانی ایں است"

أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ !!

"سب کچھ نگاہِ مرشدِ میخانہ کر گئی"

عرفانِ نفس اور خود شناسی و فقر کی دولت مرشدِ معنوی سے اقبال
نے پا کر اپنا مقصودِ حقیقی پالیا، ؎

علاج آتشِ رومی کے سوز میں ہے ترا ❊ تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں
مقامِ عقل سے آساں گذر گیا اقبال ❊ مقامِ شوق میں کھویا گیا یہ فرزانہ
خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ ❊ سکھائی عشق نے مجھ کو حدیثِ رندانہ

---

[۱] تفصیل کے لئے حجۃ اللہ البالغہ ہمعات انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "طی الفراسخ الی منازل البرازخ" از
ذوالفقار احمد نقوی بھوپالی "الکلام" از سید مولانا شبلی نعمانی مرحوم ملاحظہ کیجئے
"عالم برزخ" .... کے متعلق حقائق بذا ہین موجود ہیں اور عام
مشاہدات۔ چرلی سائنس عالمِ روحانیت کے کارنامے دیکھئے

گسستہ تار ہے تیری خودی کا تار ابتک :: کہ تو ہے نغمۂ رومیؒ سے بے نیاز ابتک
پسند آگئی سب کو قلندری میری :: وگرنہ شعر مرا کیا ہے شاعری کیا ہے

حضرت مولانا عبدالمالک آروی تحریر فرماتے ہیں کہ "اقبالؒ کے کلام پر صوفی ادب کا بہت بڑا اثر پڑا ہے، قدیم فارسی شعراء میں اکثر بڑے پائے کے صوفی تھے چنانچہ سنائیؒ و عطارؒ اور رومیؒ کے مطالعہ نے اُن کے اندر تصوف کا بہت بلند ذوق پیدا کر دیا،" (اقبال کی شاعری صفحہ ۲۵)
شروع شروع میں اقبالؒ حافظؒ کے رندانہ مذاق پر معترض تھے حافظؒ نے اس کے متعلق خود ہی کہہ دیا ہے،

خرم دل آنکہ ہمچو حافظ :: جامے ز مئے الست گیرد

میر ولی اللہ صاحب نے "شرح لسان الغیب" جلد سوم میں اس اعتراض کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے کہ "شراب شیراز ہول رستاخیز کا علاج نہیں ہو سکتی، یہ کوئی اور ہی شراب ہو گی" حضرت مولانا ناطق لکھنوی "بستانِ معرفت" میں لکھتے ہیں کہ "مولانا حافظ شیرازیؒ جو شرابی مشہور ہیں

لہ مولانا کی تصنیف "اقبال کی شاعری" میں باب منصور حلاج، اقبال رومی اور اشراقیت کے متعلق کچھ تبصرہ ناچیز نے دوسری کتاب عرفان اقبال" میں کیا ہے، جس میں حقیقت انا (انائے کامل) نظریۂ خودی پر مولانا رومیؒ کے عرفانی اسلامی مقاصد حقیقی کو پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے، سہ

حرفِ قرآں را بداں کہ ظاہر است
زیر ظاہر باطنے ہم دیگر است (رومیؒ)

یہ غلط ہے وہ ہرگز شراب نہ پیتے تھے نہ کبھی انھوں نے نشہ استعمال کیا البتہ بحالتِ جذب ان کی عمر زیادہ گذری ، (حاشیہ ملہ صفحہ ۲۲۷)

جناب حکیم محمد تقی دہلوی اپنے اداریہ میں "شاعری جادوگری ہے" کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں کہ :-

"شاعری کو پیغمبری سے قریبی نسبت ہے اس لئے کہ پیغمبر پر وحی نازل ہوتی ہے تو شاعر کو الہام ہوتا ہے، پیغمبر احکامِ الٰہی کا مبلّغ ہے اور شاعر نکاتِ معرفت کا داعی، پیغمبر احکامِ الٰہی کو بلا تشبیہ و استعارہ بیان کرتا ہے لیکن شاعر مجاز کے پردے میں حقیقت کے جام پلاتا ہے، مولانا رومیؒ، علامہ جامیؒ حافظ شیرازیؒ جیسے نامور متصوّفین ہرگز ہرگز رندِ بدمست اور شاہد باز نہ تھے بلکہ ان بزرگوں نے اسلامی تعلیمات کی پوری پوری پیروی کی اور اپنے صفائے باطن سے غیروں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا، ہاں اُن کے کلام میں سحر ہے جو اثر کئے بغیر نہیں رہتا، حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ جن کے کلام کو سب سے زیادہ مخرّبِ اخلاق بتایا جاتا ہے، لوگ اسے بھول گئے کہ وہ مفسّرِ کلامِ الٰہی تھے اور شیراز کے ایک مدرسہ میں طلباء کو قرآن شریعت اور اس کے نکات سمجھایا کرتے تھے صوم و صلوٰۃ کے بہت پابند تھے، قدرت نے نظم گوئی کا ایک خاص مادّہ انہیں بخشا تھا، تصوّف نے ان کے خیالات میں یکسوئی پیدا کر دی تھی، کلام میں ایک خاص فریفتگی تھی، جو سنتا تھا مشتاق ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ بادشاہوں کے دربار سے طلبی کے پیام آنے لگے، اگر یہ شاعری مخرّبِ اخلاق ہوتی تو کیا لوگوں کو جنون

ہوگیا تھا کہ وہ ان کو بلا کر عوام کے اخلاق و عادات کو بگاڑنے کا سامان کرتے

شاعر فطرت کا راز دار ہوتا ہے، حافظ بھی یکے از محرم راز تھے انھوں نے جو کچھ کہا وہ حقیقت تھی مگر مجاز کے پردے میں، اگر کچھ لوگ انھیں رندانہ مشرب کہتے ہیں تو اس سے اُن کی پارسائی پر کوئی حرف نہیں آتا، حافظ کو لسان الغیب" کا خطاب ملنے کی وجہ بھی دلچسپی کیساتھ پڑھی جائے گی،

شیراز میں مسلمانوں کے دو گروہ تھے اور جیسا کہ ہر زمانہ میں قاعدہ ہوتا ہے ایک گروہ حافظ سے دشمنی رکھتا تھا اور موافق و مخالف گروہ میں خوب چھیڑ چھاڑ رہا کرتی تھی چنانچہ جب حافظ کا وصال ہوگیا تو مخالف گروہ نے تجہیز و تکفین میں تامل کیا وہ حافظ کو مسلمان ہی نہ سمجھتے تھے لیکن کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کا دیوان کھولا جائے تو شاید ان کے مشرب کا پتہ چل جائے چنانچہ دیوان کھولا تو یہ شعر نظر آیا ؎

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ
کہ گرچہ غرق گناہ است می رود بہ بہشت

یہ شعر دیکھتے ہی سب لوگ حافظ کے کمال باطنی کے قائل ہوگئے اور متفقہ طور پر "لسان الغیب" کا خطاب دیا (یہ واقعہ حضرت شمس العلما خان بہادر علامہ میرزا قلیچ بیگ خلد آشیاں نے اپنی مشہور تصنیف تذکرۂ شاہ عبداللطیف بھٹائی میں بھی لکھا ہے۔ بشیر مخفی القادری)

نامناسب ہوگا اگر مشرق کے اس شاعر اعظم کے مختصر حالات بھی

بیش نہ کر دیے جائیں،

ان کا نام محمد شمس الدین تھا والد کا نام کمال الدین تھا، ان کے والد شیخ کمال الدین ترکِ وطن کر کے شیراز میں آباد ہو گئے اور وہیں حافظ علیہ الرحمتہ پیدا ہوئے، تاریخ ولادت کا صحیح پتہ نہیں مگر اندازہ ہے کہ ۷۴۵ھ ہے ان کی وفات ۷۹۱ھ میں ہوئی اس حساب سے چھیالیس برس اس دنیائے ناپائیدار میں بسر کئے تحصیلِ علوم مولانا شمس الدین عبداللہ شیرازی دعلامہ سید شریف سے کی اور تصوف میں شیخ محمود عطار سے دستگاہ پیدا کی، ذریعہ معاش معلمی تھا وہ بھی شیراز کے سرکاری مدرسے میں، انھوں نے حدودِ فارس سے باہر نکلنے کی کبھی کوشش نہیں کی ایک بار بڑی کوشش سے والیٔ دکن محمد شاہ بہمنی نے ان کو بلایا مگر یہ کچھ دور گئے اور واپس لوٹ آئے اُن کا مزاج جوشیلا اور مذاق شاعری سے لبریز تھا، طبیعت میں آزادی تھی، استغنا تھا، اپنی حاضر جوابی اور تیز طبعی سے مخالف کو ساکت کر دیا کرتے تھے اُن کی تاریخ وفات ہے "خاک مصلیٰ" شیراز کے حافظیہ قبرستان میں دفن ہوئے، کریم خاں شاہ فارس نے ۱۱۷۲ھ میں ان کے مزار کو تعمیر کرایا جو آج تک زیارتگاہِ خاص و عام ہے بلاشک حافظ شیرازی رندِ خراباتی نہ تھے، انہوں نے اپنی حالت کا فوٹو خود ہی مندرجہ ذیل شعروں میں کھینچا ہے۔

؎ ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو

گیر و دار و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

ہر چہ ہست از قامتِ ناسازِ بے اندامِ ماست
ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست
بر درِ میخانہ رفتن کارِ یک رنگاں بود !!
خود فروشاں را بہ کوئے مے فروشاں راہ نیست
بندۂ پیرِ خراباتم کہ لطفش دائم است !
ورنہ لطفِ شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست

مذکورہ اشعار میں جو ندرت اور جدّت پائی جاتی ہے یہ سب کچھ تصوف کی کار فرمائی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج بھی حافظ کے کلام کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ صدیاں گذر چکی ہیں مگر ان کا کیف و سرور کم نہیں ہوتا وہی شگفتگی ہے، وہی لذت اور وہی تازگی ہے،

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما[1]

(رسالہ مشہور دہلی بابت اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۵۰-۸۹)

ان دنوں اس سلسلہ میں خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے ایک طویل مضمون "اسرارِ خودی" لکھا تھا جو رسالہ "صوفی" پنڈی بہاء الدین گجرات (پنجاب) میں چھپا اور علامہ اقبال سے بھی خط و کتابت ہوئی تھی؛ جو کچھ مولانا اسلم صاحب جیراجپوری نے حافظؒ کے متعلق "جوہرِ اقبال" میں لکھا ہے، میں نے اس سلسلہ میں علامہ سید سلیمان ندوی سے بھی استفادہ کیا ہے،

---

[1] اسی بحر میں غالبؔ مرحوم دہلوی کا فارسی کلام "سبدِ چین" میں موجود ہے !

شاعر آگرہ بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۳ء میں وہ مکتوبات بعنوان کراچی سے اعظم گڑھ تک شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت علامہ مرحوم نے میرے سوالات کے مندرجہ ذیل جوابات عنایت فرمائے تھے،

سوالات:-

(۱) کیا حضرت حافظ شیرازیؒ کے متعلق یہ کہنا صحیح ہے کہ آپ شراب نوشں تھے؟

(۲) حافظ کی فکر و نظر مجاز و حقیقت میں کیا جمود و رہبانیت کی آئینہ دار تھی؟

(۳) حافظ کا پایہ محض شاعرانہ نظریئے سے بلند تھا یا روحانی حقائق کی بدولت؟

(۴) اقبال کا حافظ سے اختلافی نظریہ کن اسباب پر مقصود تھا؟

جوابات:-

(۱) حافظؒ کی شراب نوشی پر استدلال ان کے اشعار سے کرنا صحیح نہیں، صوفیا نے شراب کا لفظ عشق اور جوش و مستی کے معنی میں استعمال کیا ہے اور اس کو ان لوگوں نے بھی استعمال کیا ہے جن کا نہ پینا مسلّم ہے، غالب جیسے اقراری میخوار کو بھی یہ کہنا پڑا،

---

(۱) سالک اور مجذوب۔ اقسام صوفیہ اولیاء اللہ کی تشریح حضرت علامہ امام یافعی رحمۃ محدث و مورخ تنظیم مکہ کی مشہور تصنیف روض الریاحین الکبیر میں دیکھئے (حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۴)

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

ہمارے زمانہ میں ریاض خیرآبادی خمریات کے سب سے بڑے شاعر تھے مگر انھوں نے بھی عمر بھر نہیں پی،

(۲) حافظ کی فکر و نظر عشق و مستی پر مبنی ہے، جو کام کیا جائے خواہ وہ خدا پرستی ہو یا دنیا پرستی ہو اسی جذبہ سے کیا جائے، شاعر کے الفاظ ذو جہتین ہوتے ہیں، یہ سامع کے اختیار میں ہے کہ وہ کس چیز کو اختیار کرتا ہے،

(۳) دونوں حیثیتوں سے،

(۴) اقبال کا خیال تھا کہ حافظ بے خودی کی شرابِ فنا سے مست ہیں اور اس سے قوم کے قوائے عملی میں افیون کی سی سستی اور بے عملی پیدا ہوتی ہے اور اقبال خودی کی تعلیم دیتے تھے جس میں قوائے عمل کے جد و جہد اور طوفانِ آب و باد سے ستیز کی خاصیت ہے،

(۲۴ مئی ۱۹۴۳ء اعظم گڑھ)

ناچیز نے میرا اپنے عریضے میں گذارش کی تھی کہ "میرے خیال میں تو "خودی" بھی فلسفیانہ اجتہادی نظریہ ہے جو صوفیانہ فلاسفی سے ہی لیا گیا ہے" (ملاحظہ ہو دیباچۂ اسرارِ خودی مکتوب بنام ڈاکٹر نکلسن از حضرت علامہ اقبالؒ) میرا دعویٰ ہے کہ "اسرار" کا فلسفہ صوفیا اور علماء کے افکار و مشاہدات سے ماخوذ ہے، اور تو اور "وقت" کے متعلق برگسان کا عقیدہ

بھی ہمارے صوفیوں کے لئے نئی چیز نہیں"

(عرفانِ اقبال افادات نیازی صفحہ ۲۳۵ بشیر حنفی القادری)

میں نے تو حافظ کے ارشادات ایسے بھی دیکھے جو زندہ عمل و روحانیت اور قرآنی تعلیمات کے داعی ہیں بلکہ ایک حد تک اقبال حافظ کے بھی پیرو ہیں، شروع کے دور میں اقبال اس راہ پر گامزن تھے بعد میں بانگِ درا میں حافظ کی عقیدت میں نظم بھی لکھی ہے" پھر حضرت علامہ نے اپنے دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا تھا کہ" حافظ صرف رندِ مےخوار نہ تھے، حکیم بھی تھے اور ان کی شراب بھی ہر جگہ ایک ہی شراب نہیں"

(مکتوب نمبر ۱۴ ۲ر جون ۱۹۲۰ء دار المصنفین اعظم گڑھ)

بکھری پڑی ہیں یوں تو شرابیں ہزارہا ؛ پیاسی ہے جس کی روح وہ صہبا ہی اور ہے

(جگر مراد آبادی)

میرے قبلہ وکعبہ نانا بزرگوار علیہ الرحمتہ نے برسبیل تذکرہ فرمایا تھا کہ حضرت علامہ اقبال کو آپ کے مرشدِ بزرگ عارفِ یگانہ شیخ اکمل حکیم العصر حضرت علامہ الحاج سید گل حسن شاہ صاحبؒ قبلہ قلندر ثانی قادری پانی پتی سے شرفِ ارادت و عقیدت حاصل تھا جیسا کہ میں نے اپنے مضمون "اقبال کی خودی" مطبوعہ "شاعر" آگرہ میں لکھا ہے: مگر علامہؒ کے وصال کے بعد سب سے پہلے مجھ دور افتادہ کے اس عریضے کے جواب میں علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے فرمایا کہ "اقبال قادریہ خاندان میں مرید تھے" یقیناً مجھے اس سعادتِ اولین پر اس "افشائے راز"

کا بھی اولین شرف حاصل ہوا ہے،

(دیکھئے مجموعۂ مکاتیب اقبال حصّہ اول)

آنریبل سر عبدالقادر صاحب نے اپنے ایک بلند پایہ مقالہ "ایرانیوں کا نظریۂ حیات" میں ایرانی ادب و آرٹ پر خوب بحث کی ہے، جس میں آپ لکھتے ہیں فرانس کی طرح ایران میں انگور کثرت سے پیدا ہوتے ہیں ایرانی نہ صرف اس گراں قدر پھل کو پسند کرتا ہے بلکہ اس کی شراب کو بھی جس کا وہ خاص طور پر دلدادہ ہے اور جسے وہ بجا طور پر "بنتِ عنب" کہتا ہے وہ فن اور فطرت کی خوبیوں کو دیکھتا ہے اور راگ شوق سے سنتا ہے، اس طور پر کان اور آنکھ دونوں حظ اٹھاتے ہیں یہ خاصے بھی اپنا رنگ دکھاتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ذوقِ مے نوشی کبھی کبھار عملی صورت اختیار کر لیتا ہے لیکن اکثر و بیشتر زبانی جمع خرچ ہی تک محدود رہتا ہے ایرانیوں کے مذکورہ بالا عیش و طرب کا ذوق گویا ان کا جزوِ فطرت بن چکا ہے، یہ انھوں نے بزرگوں سے ورثے میں پایا ہے، فارسی کے بعض قادر الکلام شعراء صدیوں سے ان کے ذوق کو مزید تقویت پہنچاتے رہے ہیں انہوں نے زندگی کی مسرتوں کو رومانی لباس ہی میں پیش نہیں کیا بلکہ ایرانیوں کی متصوفانہ شاعری کے زیر اثر ان میں تقدس و پاکیزگی کا رنگ بھی بھرا، شیراز کے مشہور شاعر حافظؒ نے جام اور ساقی کو نئے معنی پہنائے، حافظؒ کے شاگردوں اور مداحوں نے انگور کے رس کو شرابِ معرفت اور ساقی کو روحانی رہبر سے تعبیر کیا یہ نئے معنے خاص خاص لوگوں نے قبول

(حاشیہ صفحہ ۳۲ پر)

سکتے، عوام نے اس کے کلام کا یہ مطلب سمجھا کہ لہو و لعب میں زندگی بسر کرنا جائز ہے، عمر خیام جیسے دیگر شعراء نے اس رحجان کو اور بھی ترقی دی"

("آجکل" دہلی اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۳)

عمر خیام جیسے شہرۂ آفاق فیلسوف و حکیم اور نکتہ داں شاعر کو شراب نوشی یا لہو و لعب کا علمبردار کہنا بھی بعض مغربی مداحین خیامؔ کا نظریہ عام ہے البتہ مشرقی اور بعض محقق مغربی اہل نظر متفق ہیں کہ خیامؔ صرف رند مشرب شاعر نہ تھے بلکہ وہ ایک فاضل وقت حکیم و علامہ محقق علوم مختلفہ شخص تھے گو ان کا فلسفہ شوخی طبع عالم بے ثباتی اور خلوت پسندی پر مملو ہے، چنانچہ مولانا عیاذ پانی پتی کا محققانہ طویل مقدمہ اردو ترجمہ رباعیات عمر خیامؔ" میں قابل ذکر و مطالعہ ہے، اسی طرح الم مظفر نگری کا مضمون عمر خیامؔ اور اس کی شراب" میں مدلل و معقول بحث سے اس غلط نظریہ کو دور کر دیا گیا ہے جو "شاعر" آگرہ جولائی و اگست ۱۹۶۲ء میں چھپا ہے،

مشہور شاعر و ادیب انیس الشعراء حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی مرحوم نے عمر خیامؔ کی دو سو رباعیات کا اردو ترجمہ "خمکدۂ خیامؔ" کے نام سے کیا ہے، آپ کا یہ ادبی کارنامہ سندھ کے مشہور ادب نواز تاجدار اور حامیٔ اردو ہز ہائینس سر میر علی نواز خاں نازؔ مرحوم سابق والی ریاست

ؔ علامہ اقبالؒ نے انھیں وجوہ کے مدنظر عجمیتؔ کے خلاف اپنی آواز بلند کی تھی، اور آپ ایرانی آرٹ کے صحیح پہلو کو اظہار میں لانا چاہتے تھے،

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۳)

خیرپور کی فیاضی کا رہونِ منّت ہے،

حضرت افسر الشعراء مرحوم "دیباچہ" میں لکھتے ہیں کہ "بالغ نظر حضرات پر مخفی نہیں کہ حکیم خیّام نیشاپوری کی شخصیت اس عالم کون وفساد میں ایک بے لاگ موعظہ نگار کی سی ہے جس کو سب سے پہلے اہلِ مغرب نے پہچانا اور خوب پہچانا مگر نہ اس طرح جس طرح اہلِ مشرق کی نظر میں وہ ایک زندہ جاوید ہستی ہے اور اس کے طرۂ دستار میں متعدد کمالات کے لعل و گہر درخشاں ہیں، اہلِ مغرب کی قدر افزائی شاید اس لئے ہو کہ وہ حکیم موصوف کو محض خمریات یعنی شراب و معشوق ہی میں مشرابور سمجھتے ہیں چنانچہ دانایانِ یورپ کے سرمایۂ ناز فٹز جیرالڈ[له] صاحب انگریزی مترجم نے بھی اُسے ایڈ مائرر آف دی بیوٹی فل گرلز پگنگ اینڈ پگنگ The admirer of the Beautiful girls pegging & pegging کے سوا کچھ نہ سمجھا اس سے زیادہ بڑھے تو "دانندۂ ر[ازِ] فلکیات کہہ دیا اور زیادہ سے زیادہ ترقی کی تو وہ سرکش بندہ مان لیا، جس کا کوئی خدا نہ ہو، جس کو سزا جزا حیات ممات سے کوئی تعلق نہ ہو، بلکہ ظنِ غالب یہی ہے کہ اسی چیز یعنی دہریے پن نے خیّام کو تمام یورپ میں اتنا ہر دلعزیز بنا دیا ہے کہ ہر متمدّن زبان اس کے خیالات کے عکس سے معمور ہے، ابھی چند سال پہلے کا واقعہ ہے جب کہ راقم الحروف اپنے

له علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی "عمر خیام" پر ایک تصنیف تحریر فرمائی ہے جسے اب تک مطالعہ کا موقع مجھے نہ مل سکا۔

مُربّی قدیم بہشت نصیب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ سفیر
ایران کلکتہ و قدر دان علم و فضل ہز ہائینس سرکار سر واصف علی میرزا
رئیس مرشد آباد بنگال کی ملازمت کے لئے حاضر ہوا تو ایک دن اسی
ترجمہ کے "تلک" میں میسرز تھیکر اسپنک کمپنی کے ہاں بھی جا نکلا وہاں میں نے
صرف ایک جلد انگریزی ترجمے کی دیکھنے کی غرض سے طلب کی، بینی و بین اللہ
میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک لمبی چکلی میز صرف عمر خیام کے ترجموں سے
بھری ہوئی جو مختلف ڈیزائن اور مختلف مذاق کی تصویروں سے آراستہ تھے
اور اس سے زیادہ مقبولیت کسی غیر زبان کے مصنف کی کیا ہو سکتی ہے
میں پھر یہی کہوں گا کہ میرے خیال میں یہی دہریت پن ہی تو ہے جس نے
یورپ والوں کی نظر میں حکیم خیام کو اس قدر ممتاز و مفتخر بنا دیا ہے کیونکہ
اہل یورپ کی سب سے زیادہ مطبوع چیز یہی تو ہے جس کو وہ اس صفت
سے متصف پاتے ہیں اسی کو آنکھوں پر رکھتے ہیں، حالانکہ میں بلا خوف تردید
کہتا ہوں کہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے اور سراسر غلط ہے، جس
چیز نے یورپ کو ایسا سمجھنے پر مجبور کیا وہ مسٹر فٹز جیرالڈ صاحب کی کل کائنات
پچھتر رباعیوں کا ترجمہ ہے جسے مطالعہ کرنے کے بعد ہر انگریز دہریہ یا ہم کلیام پکار
اٹھتا ہے، مجھے معاف کیا جائے باوجودے کہ صاحب موصوف کی فارسی
دانی کا یہ عالم ہے کہ اور مطالب تو درکنار چشم اور جسم کے ترجمے میں آپ
نے کہیں فرق نہیں کیا العظمۃ للہ بہر حال میں کیا اور میری فلسفہ دانی
کیا؛ حکیم خیام کے معیار اخلاق پر صدہا قلم مجھ سے بہتر لکھ چکے ہیں اس

پر بھی یہ، اتنا ضرور کہوں گا کہ اس کے جذبات کو درک کرنا ہم جیسے مرفوع القلم لوگوں کا کام نہیں، اس کی شراب کے جُرعہ نوش تو ایک ہی ساغر میں دو عالم کی سیر کرتے ہیں، اس کے بعد حضرت آغا شاعر دہلوی مرحوم خیّام کے فلسفہ و جذبات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

ساقی قدحے کہ ہست عالم ظلمات ؛ بے روئے تو نیست در جہاں آبِ حیات
از جان و جہاں ہر چہ در عالم ہست ؛ مقصود توئی بر محمّد صلوات

آئیے اب اُس شرابِ مصفّا سے اس طیّب و طاہر زلال کی بھی ایک چسکی لگا لیجئے جسے خیّام رات دن پیتا تھا، لگے ہاتھوں اس محبوبِ ساقی کی بھی زیارت کر لیجئے بشرطیکہ آپ کی مادّی آنکھیں اسے دیکھ سکیں، بس اسی پر خاتمہ اور یہی قولِ فیصل ؎

اے دل مے و معشوق مکن در باقی ؛ سالوس رہا کن دِ مکن زرّاقی
گر پیرو احمدی خوری جام شراب ؛ زاں حوض کہ مرتضیٰ رضؓ اش باشد ساقی

اے سبحان اللہ الحق یعلو و لا یعلیٰ! بس اس سے زیادہ صاف و پاک عقیدہ اور کیا ہو سکتا ہے جو سقاھم ربھم تک پہنچا دے، اگر اب بھی خیّام دہریہ، بے دین اور لامذہب ہستی تھا تو میں ہزار بار قربان ہوں اس بے دینی پر"

(خمکدۂ خیّام افسر الشعراء، دہلوی مرحوم)

ایں کارِ حکیمے نیست دامانِ حکیمے گیر ؛ صد بندۂ ساحل ہست یک بندۂ دریا جست

(اقبال)

یورپ کے اس عقلی رجحان سے جو مختلف یورپی ادبا و مفکرین کو دہریت سے آراستہ کرتا ہے یورپ ہی کے مختلف فلسفی مفکرین نے تنقید و مختلف براہین سے ممکن تخیر و تدارک پر مائل کیا ہے، چنانچہ کانٹ وغیرہ کے خیالات مشہور ہیں، مغرب و مشرق کے بعض ادبا و نقاد حضرات نے خیامؒ و حافظؒ کو "زندہ بدمست" کہنے پر اکتفا کیا لیکن حکمتِ ایران کے صحیح رجحانات پر عمیق نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ اسی سرزمین میں خیامؒ و حافظؒ کے صحیح نکتہ شناس اور ایمان کے مایۂ ناز اکابر و قابلِ فخر شخصیتیں جو شرع و طریقت، حکمت و فلسفہ، دین و دانش کی یکساں مسلم الثبوت ترجمان ہیں خصوصاً خواجہ عطارؒ، مولانا رومیؒ، شیخ سعدیؒ، صائبؒ و نظیریؒ، شیخ سہروردیؒ، علامہ شہاب الدین سیدنا غوث الاعظم جیلانیؒ، امام غزالیؒ، خواجہ عثمان ہارونیؒ، شمس تبریزیؒ، عرفیؒ، خواجہ کمالؒ، شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ، خاقانیؒ، خواجہ ہمدانیؒ، ابوعلیؒ فارمدی جلال الدین دوانیؒ جیسے حکما و علما و اہل اللہ کا وجودِ مسعود بھی اسی سرزمین و خطۂ مردم خیز ہی سے منصۂ شہود پر آیا جن کی انسانی ہمہ گیر علمی ادبی روحانی اخلاقی قومی خدمات، اصلاحی تحریکوں اور پرکشش جذبات کو ہر دور میں اہلِ نظر نے مرکزِ اخلاص و عقیدت سمجھا ہے،

"ہر سخن نکتہ ہر نکتہ مکانے دارد"

حضرت حکیم ناصر نذیر فراقؔ دہلوی مرحوم جانشین حضرت خواجہ میر دردؔ دہلوی نقشبندیؒ "لال قلعہ کی ایک جھلک" میں لکھتے ہیں کہ اورنگ زیب

نے حکم دے دیا تھا کہ کسی مدرسہ یا مکتب میں خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا دیوان بطور درس کے نہ پڑھایا جائے کیونکہ لڑکوں کی سمجھ اس کتاب کی باریکیوں کو نہیں پہونچ سکتی اور معمولی استعداد کے اسناد اسے پڑھ بھی نہیں سکتے مگر خود بدولت دیوانِ حافظ کے اس قدر معتقد تھے کہ رات کو سوتے وقت گلبدن کے جزدان میں دیوانِ حافظ اپنے سرہانے رکھ لیا کرتے اور فرمایا کرتے تھے "عجیب[۱] بابرکت کتاب ہے، مجھے ہر شب اس سے بہت روحانی فائدے حاصل ہوتے ہیں"

خواجہ صاحب نے ۷۹۳ھ میں وصال فرمایا، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حضور میں حضرت خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک کی کرامت ایک مسافرِ شیراز کی زبانی سنی ہے جیسے تذکرۂ عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی میرٹھ میں بھی بیان کیا گیا ہے جناب بشیر محمد خاں صاحب ایم-اے-ایل-ایل-بی (علیگ) نے اپنے مضمون[۲] "اسیر گڑھ پر ایک نظر" میں لکھا ہے کہ قلعہ سے تھوڑے فاصلہ پر حضرت شاہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے، کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت حافظ شیرازی کے خلفِ اکبر ہیں یہ بزرگ بہت ہی باکمال اور صاحب کشف و کرامات گزرے ہیں: جن کی تاریخِ وصال ۸۱۶ھ ہے یہاں ہر سال عرس ہوتا ہے،

لے خواجہ صاحب خود سحر خیز اور شب بیدار تھے، اپنے کلام میں ہر جگہ شب بیداری کے فوائد بزرور دیتے ہیں۔ لسان الغیب حصہ سوم صفحہ ۲۳۶ میر ولی اللہ صاحب
سلہ عالمگیر لاہور خودی ۱۹۳۶ صفحہ ۴۶۔

محترمی شمس العلماء سندھ کے ادیب اعظم اور مشہور مصنف اہلِ کمال علامہ میرزا قلیچ بیگ سندھی حیدرآبادی اپنی تصنیف "تذکرہ شاہ عبداللطیف بھٹائی خیام سندھ" میں لکھتے ہیں کہ حافظ حقیقت کی مشعل اس طرح اتفاقاً آنکھوں کے سامنے لاتا ہے کہ جس کی ضیاء سے آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں،

بہر حال میرا مقصد صرف یہی تھا کہ حضرت علامہ اقبالؒ کی فکر و نظر کے ساتھ ہی خواجہ حافظؒ کی مستانہ کیفیات کی ایک تصویر پیش کردوں تاکہ اربابِ نظر اقبال و حافظ کے نظریات اور افادات و ارشادات اور احساسات سے یکساں مستفید و مستفیض ہوں، لیقیناً اسے بھی ناچیز اقبال و حافظ کی عقیدت کا ایک ادنیٰ نتیجہ سمجھتا ہے، ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

دعا کا طالب

فقیر حقیر بشیر مخفی القادری علمی کراچی

آستانہ غوثیہ، جامع قادریہ کراچی (پاکستان)

"عرضِ حال"

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام ای ساقی
(اقبال)

ہماری موجودہ انقلابی شاعری میں جدید رجحانات کے محتاط اندازو نظریات میں حضرت علامہ اقبال ایک خاص مقام رکھتے ہیں جنہیں عصرِ حاضر کا انقلابی ادب "دور رجائیت" کا امام کہتا ہے، اقبال نے تطہیر فکر و نظر بیداری ملت و وطن کے لئے جس معیار کے مطابق اپنا بے مثال اور عظیم الشان کارنامہ پیش کیا ہے وہ جوش دعمل اور عقل و عشق، علم و وجدان کے امتیازات کے ساتھ ایک مکمل توازن کو قائم رکھتا ہے، حضرت علامہ کے فلسفیانہ نکات اور عارفانہ حقائق و معارف یکسانیت کے ساتھ اپنے آرٹ کے لحاظ سے ایک انفرادیت کا درجہ رکھتے ہیں. علامہ کی قلندرانہ روش آزادانہ فکر کا پہلو سوز و گداز کا بھی حامل ہے اس سے علامہ کے نظریات و خیالات کو سمجھنے کے لئے علامہ کے انقلابی فکر و تفکر کے وجوہ و احساسات گویا اقبال کی شاعری کا پس منظر ہمارے سامنے ہونا لازمی ہے، چنانچہ فقیر ناچیز نے اپنے مضمون "اقبال کی خودی" میں لکھا ہے کہ "آپ کی شاعری کے دور ۱۹۰۵ء سے لے کر ۱۹۳۸ء تک مختلف خیالات کے حامل ہیں، جب اقبال نے تصوف

کی تعلیمات کے خلاف اپنا نظریہ قائم کیا تھا اس وقت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے ایک طویل اور مدلل بیان اسرار خودی کی تردید میں "سّرِ اسرارِ خودی" کے نام سے چھپوایا تھا،

(۱) اس سلسلہ میں آخری ایام میں خواجہ صاحب مرحوم کا مضمون علامہ اقبال خواجہ حسن نظامی کے تعلقات کی کہانی "الحق" کراچی کے اقبال نمبر میں صفحہ ۱۸ اپر لائق مطالعہ ہے، جس میں بعض اہم مقاصد تصوف خواجہ حافظ کے متعلق اقبال کے نظریات کی تشریح یا خواجہ صاحب کے نظریات و اختلافی نکتہ نظر پر باہمی اختلاف و تبادلہ خیال اور پھر آخر میں تصفیہ باہمی روابط کا ذکر قابلِ غور ہے۔ خواجہ صاحب نے حافظ شیرازی اور تصوفانہ مسائل کے متعلق بہترین طریقے پر اہم حقائق کا اظہار فرما کر اقبال کو دعوت دی تھی کہ وہ مولانا رومؒ کی مثنوی شریف کا بخوبی مطالعہ کریں بعد میں خواجہ صاحب سے اقبالؒ کی خط و کتابت بھی ہوتی تھی، جب اقبالؔ کی طبیعت خود بخود حقیقت کی طرف مائل ہوئی تو آپ نے فلسفیانہ زندگی کو الوداع کہا اور آہستہ آہستہ تصوفانہ تعلیمات کی طرف راغب ہو گئے بقول جناب میرزا محمد بشیر صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی آخر آخر درویشی و قلندری نے اُن کو مشرق و مغرب، ہند و ایران تمام سے بیگانہ و برتر بنا دیا تھا" (عالمگیر) لاہور

درویش خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی ٭ گھر میرا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند
خاکی ہے مگر اس کے ہیں انداز افلاکی ٭ رومی ہے نہ شامی ہے کاشی نہ سمرقندی

(بالِ جبریل)

یہ اقبال ہی کی مخلصانہ عقیدت اور پرخلوص روحانی محبت کا ہی کرشمہ ہے کہ مجھ ناچیز دور افتادہ کا یہ مقالہ "اقبال اکاڈمی لاہور" کے رسالہ پیغامِ حق میں شائع ہوا، جس کیلئے مکرم جناب سید محمد شاہ صاحب ایم۔ اے مدیر محترم کا ممنون ہوں، اسے چند علم دوست احباب اور علمی حلقے کے اصرار پر کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے، میں نے اپنی بے بضاعتی اور ناتوانی کے باوجود جو کچھ بھی کوشش کی ہے مجھے امید ہے کہ اسے اربابِ محبت بہ نظرِ استحسان دیکھیں گے، حضرتِ علامہ کے فیضانِ نظر ہی کی بدولت ناچیز کو ان خیالات کے اظہار کی جرأت ہوئی ہے اور جو کچھ بھی سعی ہو سکی ہے یا آئندہ ہوگی وہ دراصل علامہ ہی کی روحانی تربیت (آپ ہی کے کمال لطف وکرم اور عنایت روحانی سے مجھ کو نصیب ہوئی) کا سرمایہ ہے

بڑا کریم ہے اقبالِ بے نوا لیکن ؛ عطائے شعلہ شرر کے سوا کچھ اور نہیں

آنچہ نصیب است بہم میرسد
وَاللّٰہُ یختصّ برحمتہٖ مَن یشاء

ماں بروں را ننگریم و قال را ؛ ماں دروں را بنگریم و حال را
تو برائے وصل کردن آمدی ؛ نے برائے فصل کردن آمدی

(رومی)

اسی طرح مجھے ایران کے مشہور عارف کامل اور مجذوب الحال یعنی مستِ میخانۂ الست حضرت خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ سے بھی عقیدت ہے، اور آپ کا بھی ادب و احترام کرتا ہوں باایں ہمہ کسی کو

ان نظریات کے "اختلاف یا اتفاق" کے لئے مجبور یا روکا نہیں جاسکتا۔

"فکر ہر کس بقدر ہمت اوست"

حقیقتاً عشق و محبت کے اثرات زندہ جاوید ہیں، اور ہر دور میں وہ تازہ بہ تازہ اور نو بہ نو کی صداقت پیش کرتے رہیں گے، ؎

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصلِ حیات موت ہے اس پر حرام
(اقبال)

محتاج دعا
ناچیز بشیر مخفی القادری علیمی!

(اضافہ جدید)

"خواجہ حافظ شیرازؒ اور تاریخ کبیر"

حال ہی میں میرے قبلہ گاہی والد ماجد مدظلہ العالی کی بدولت تاریخ کبیر "تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب و اسلام" مطبوعہ نولکشور لکھنؤ مصنفہ مولانا سید شاہ محمد کبیر دانا پوری ابوالعلائی بہاری سرکل افسر ضلع پٹنہ نظر سے گذری ہے، مصنف فاضل نے یہ کتاب انگریزی فارسی عربی، اردو تاریخوں سے ترتیب دی ہے، حق الوسع کافی تحقیق و تجسس سے کام لیا ہے، عہد نبوی، خلفائے راشدینؓ تاریخ عہد اہل بیتؓ صحابہؓ تابعینؒ و تبع تابعینؒ مجتہدینِ امت، بزرگانِ دین متقدمین و متاخرین کی تاریخ گویا

تاریخ الانبیاء والاولیاء والملوک۔ والامراء الابرار و اصفیاء کا ایک محققانہ جامع
انتخاب کر دیا ہے اگرچہ بعض جگہ فکری حیثیت سے اضافاتی مخصوص نکتۂ نظر بھی
پایا جاتا ہے، تاہم مورخ نے اسلام اور معاصرانہ مملکتوں سلطنتوں کے حالات
اور آثارِ اکابر میں جس نادر تاریخی محنت کی ہے وہ لائق داد ہے، ہر عہد کے
امیروں، نامور شخصیتوں اکابر اسلام، اولیائے عظام کے تاریخی اسناد
کے تذکرے معاصرانہ خصوصیات لیے، عمرانی، سیاسی، علمی اور روحانی
پر اجمالاً عمدہ روشنی ڈالی ہے، اس تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ تصوفِ اسلام (حکمتِ قرآنی) روحِ اسلام کا آغاز و عروج نہ صرف
عہدِ انبیائے سابقین میں تھا بلکہ خیر القرون کے پاکیزہ بے مثل دورِ طیبہ میں بھی
یہ مثالیں اور اس کے اثرات خوب نمایاں تھے، چنانچہ مورخ فاضل کی
طرزِ نگارش اور تاریخانہ خصوصیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ
اور خلفائے راشدین رض اور مابعد عہد میں بھی ثمرۂ روحانیتِ اسلام ہر دور میں
یقیناً پھولتا پھلتا رہا ہے یہ اور بات ہے کہ ہماری "مغائرت السحالی" (یا انقلابِ
ماحول در دیارت) حجاباتِ عصر میں آج یہ حقیقت پوری پوری نہ نمایاں نظر
آتی ہو گو یہ حیثیت اسوۂ حسنہ مکارمِ اخلاق سرکار دوعالم ﷺ تعلیماتِ
اسلام کا حقیقی جوہر تھی اور ہے، اگر آج ہم اپنے انحطاطی حالات کو تحت
سے تصور کرتے ہوں کہ یہ عجمیت کے آثار عہدِ انحطاطِ اسلام کی پیداوار
ہیں مگر تاریخ کا دور اپنے اپنے وقت میں ایک عینی شاہد کی طرح خندہ بہار کی
پستی او عروج کے حقیقی انکشافات اور ناگفتہ بہ حالات ہر وقت سامنے

لاتار ہا ہے اور لاتار ہے گا، فاعتبروا!

اسلام کی روحانی تعلیم اور دنیاوی طرزِ تمدن کے مخصوص مقاصد با دینی آثار جمود آور ہرگز نہ تھے، اس حقیقت نے قدرتِ برتر کے ہاتھوں کبھی کبھی تاریخ و سیرت کے پردہ میں اُمراد سلاطین، جابر و قاہر حکمرانوں کے نمونوں کو بھی بدل کر ایک خادمِ انسانیت اور مجاہدِ ملت پرستار فقر و روحانیت اور عدل و احسان بہ برکاتِ اسلام کی بدولت کر دکھایا۔ اِسی مقدس گروہ نے علم و عرفان سیاست حقیقی تمدن پاکیزہ کے انوکھے نقوش اپنے اپنے عصر میں نمایاں کیئے، جن پر ادب و تاریخ علم ظاہر و باطن کو ناز ہے اور رہے گا۔ چنانچہ تصوفِ اسلام و روحانیتِ اسلام کی تاریخ کا عہدِ نبوی اور دور اوّل میں مطالعہ کرنے والے مصنف "رحمۃ اللعالمین" علامہ قاضی سلیمان پٹیالوی مرحوم کی علمی تحقیق کاوشوں میں بہت عمدہ ذخیرہ حاصل کر سکتے ہیں، اسی سلسلہ

لہ تاریخ تصوفِ اسلام" اردو جو جناب ڈاکٹر حلمی صاحب پروفیسر فواد یونیورسٹی (مصر) کی فاضلانہ محققانہ تصنیف کا ترجمہ جناب مولانا رئیس احمد صاحب جعفری نے کیا ہے اس وقت تک میری نظر سے نہ گذری تھی اب مطالعہ کا موقعہ ملا ہے فاضل مصنف ڈاکٹر حلمی صاحب نے یورپی مستشرقین کے چند غلط نظریات کی تحقیق اور دلائل و براہین سے تنقید فرمائی ہے اور عہدِ نبوی و مابعد کے تصوف اسلام کی تاریخ قلمبند کی ہے اگرچہ بعض جگہ مصنف کا نظریہ کسی قدر لائق گفتگو ہے تاہم حسبِ مقصد علمی تحقیق و تاریخ تصوف پر موصوف نے علمی روحانی نظر ڈالی ہے وہ لائق تحسین ہے اور یہ ناچیز کی ان مساعی اور براہین و نظریات تصوف کے متفق الخیال ہونے پر دال ہے"
(فقیر بشیر حنفی القادری)

میں مجھ ناچیز کی گذارشات اقبال کے تصوفانہ نظریات اور اسلامی ثقافت و تاریخ کے سلسلہ میں مختلف مقالات و تصانیف میں ناظرین کرام سن چکے ہیں عرفان و معرفت اور علم توحید معرفت حقائق و بصیرت اسلام کی تاریخ کے سینکڑوں رموز و اسرار حکمت قرآنی سے نمایاں ہیں، "المعرفۃ راس المالی" کی آواز، عہدِ نبوی کی مبارک تعلیم و تربیت؛ اخلاق و انسانیت بھرے عہد کی ایک بصیرت افروز دعوت اور حقائق انسانیت کا قیمتی سبق ہے،

علم و روحانیت کے جواہر یکتا عہد نبوی اور مابعد عہد میں سیرت و تاریخ کے اوراق واضح طور پر ہمارے سامنے لاتے ہیں، چنانچہ تاریخ کبیر یعنی تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب و اسلام اس حیثیت کا ایک حقیقت بھرا بیدارک اور صداقت آمیز مشاہدہ پیش کرتی ہے، بقول اقبال ؎

سروری در دین ما خدمت گری است

عدلِ فاروقی و فقرِ حیدری است

(پیام مشرق)

اللہ اکبر و لائے صدیقی و عشقِ حیدری اور تعشق نسبت فاروقی و عثمانی الفت شبیری و فاطمی پر عمیق توجہ اور گہری نظر ڈالتے ہی علم و عرفانِ تصوف روحانیت و سیاست تمدن، عدل و مساوات اور عظمت و جلال رحمۃ اللعالمین فقرِ اسلام کے سرچشمہ فیوض و برکات ابل پڑتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ صبغۃ اللہ کی حرمیت و جانبازی میں اس جلیل القدر قافلۂ شوق میں کیسی کیسی بلند و بالا شخصیتیں اپنی حیثیت سے نوازش و مرحمتِ سرور کائنات سے نمایاں ہوئی ہیں اس حیثیت اور اس اصول

کے تحت اور اسی نصب العین پر ایک سرمست بادۂ الست خواجہ حافظ شیرازؒ کی قلندرانہ ورندانہ شخصیت لاابالی کا آپ کے کلام میں مطالعہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا۔ کہ حافظؒ باایں ہمہ رندی و مستی علم و عمل اور عشق و سرور لولاکؐ اخلاق و حقائق عرفان خود آگہی کی دعوت میں مشغول و مصروف رہا ہے گو انداز بیان سرمستانہ اور شوخی خیال کی جھلک سے مملو ہے۔ یہ مختصر گو تاریخی تصنیف آج کے دور سے کچھ عرصے پہلے عہد انگلشیہ میں لکھی گئی، موجودہ حالات کی مطابقت سے اگر کسی جگہ قاصر نظر آئے تو بھی مصنف کا حقیقی مقصد اور تاریخی خدمت کی ایک بہتر مثال پیش کرتی ہے، اللہ انھیں اس خدمت کی نیک جزا دے، اگر ممکن ہو سکا اس تاریخ کبیر کے افادات گراں کسی وقت اسی ضمن میں آئندہ پیش کروں گا، سردست اس تاریخ سے خواجہ حافظ شیرازؒ پر مصنف کی تحقیق پیش کرتا ہوں،

"خواجہ حافظ کی معاصرانہ تاریخ و عہد وفات"

خلفائے عباسیہ مصر ساتواں خلیفہ متوکل علی اللہ معتضد کا بیٹا تھا، ان کی اولاد بہت تھی سو بچے ہوئے ۷۶۳ھ میں سادات کے لئے عمامہ سبز تجویز ہوا اسی سال تیمور لنگ صاحبقراں نے زور پکڑا ۷۷۵ھ میں بمقابلہ سلطان کے بخاری شریف پڑھی گئی ۷۸۰ھ میں خلیفہ متوکل مرگیا (۷۸۵ھ سے لے کر ۷۹۳ھ تک مختلف اختلاف و پیکار رہے) اسی کے عہد میں حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری البہاری ۷۸۲ھ میں اور ان کے ممتاز خلیفہ مولانا مظفر بلخی نے حج کی راہ میں وفات پائی اسی عہد میں مخدوم احمد چرم پوش

بہار ہی سپہر دردی نے بھی وفات پائی اور میر سید علی ہمدانی نے ۷۸۶ھ
اور شیخ جلال مشہور جہانیاں جہاں گشت نے ۷۸۵ھ میں اور اسی سال
شعبان الحق بیابانی نے اور حضرت خواجہ نقشبند بہاؤ الدین نے ۷۹۱ھ
میں اور اسی سال حافظ شیرازی نے بھی اور ملا سعد الدین تفتازانی کہ بڑے
عالم متبحر تھے ۷۹۳ھ اور ۸۰۰ھ میں حضرت علاؤ الحق پنڈوی بنگالی (مرید
حضرت اخی سراج چشتی نظامی) نے اور شیخ کمال خجندی نے ۸۰۳ھ اور
۸۰۸ھ میں حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی جیلانی اور شیخ نور قطب
پنڈوی بنگالی نے انتقال فرمایا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ٥

"مجموعۂ مکاتیب اقبال" حصۂ اول میں علامہ نے ایک مستفسر کو خواجہ حافظ کے سلسلہ میں یہ بھی اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ خواجہ اشرف جہانگیر سمنانی خواجہ حافظ کے ہم عصر تھے اور ان کے جامع ملفوظات میں لکھا ہے کہ وہ حافظ کو ولی تصور کرتے ہیں۔" تو علامہ نے اپنے اوائل فکری تاثر کے تحت مکتوب میں حافظ پر جو کچھ لکھا ہے وہ اس تحقیق سے کچھ الگ ہے مگر بعد میں خود علامہ مرحوم نے اس نظریہ کو بدل کر اپنے مقصود کی وضاحت کردی تھی، بہرکیف یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تصوف اسلام یا دعوت روحانیت اسلام کے تئیں دور علامہ کوئی نفسہٖ حقیقی اختلاف نہ تھا البتہ بعض امثال میں وہ اپنے پرجوش خیالات کے ساتھ چند محترم شخصیتوں کے افکار سے جداگانہ نقطہ نظر پیش کر رہے تھے، اگرچہ اس ضمن میں ان کا انداز بیان سخت پیرائے کو لئے ہوئے تھا تاہم علامہ نے اپنے مکاتیب میں وضاحت کر دی ہے کہ ان کا مقصود خواجہ صاحب کے

عقائد و محترم شخصیت یا اکابر صوفیہ پر حرف گیری نہ تھی (اس سلسلے میں علامہ اکبر الہ آبادی کے خواجہ حسن نظامی صاحب کے نام مکاتیب حصہ دوم کیے مکاتیب اقبال میں ملاحظہ فرمائیں) بالآخر علامہ نے خود ہی ان باتوں کو مثنوی اسرار خودی سے قابل اعتراض سمجھ کر دور کر دیا گو بعض شارحین انگریزی اردو تصانیف میں اب بھی اقبال کو حافظ سے جداگانہ نوعیت و نقطہ نظر کا حامی تصور کر چکے ہیں۔ ("اقبال کی خودی اور حافظ کی بیخودی") بحمداللہ اس مشکل کو دور کرنے کی مختصر سی ناچیز کوشش ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حافظ و اقبال کے متعلق یہ مختصر سی کوشش اور چند گذارشات مسائل مذکورہ مباحث اقبال میں محبان کرام کو ضرور کار آمد ہوں گے مصنف و مورخ تذکرۃ الکرام لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ حافظ شیرازؒ باشندے شہر شیراز کے ہیں اور تمام ملکوں میں نہایت مشہور ہیں، دیوان حافظ ان کی کتاب ملکوں ملکوں میں شہرت رکھتی ہے ان کا کلام نہایت فصیح ہے اور اس شخص کو بلبل سخنوری اور طوطی شکرستان بلاغت کہتے ہیں علم قرآن بھی قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنے میں مہارت کمال رکھتے تھے اور ہر شب جمعہ شیراز کی مسجد میں قرآن نہایت خوش آوازی سے پڑھتے تھے اور یہ بزرگ طبقات صوفیہ میں یعنی عارف شمار کئے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابتدا میں شاخ نبات کے عشق میں حضرت امام علی رضا کے روضہ پر چلہ کش رہے اور بعد میں سے فیضانِ اویسی کے زور سے عشق حقیقی غالب آیا اور بعد میں حضرت خواجہ بہاؤالدین کے خلفاؒ ہوئے، دیوان کی نسبت حضرت جامی نے فرمایا ہے کہ لسانِ غیب ہے اور اکثر لوگ اس سے فال لیتے ہیں اس کا ترجمہ اکثر زبانوں میں ہوا چنانچہ انگریزی میں بھی ہوا انھیں کا شعر ہے

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید ؎ دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

وَمَن یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیماً

از پائے تا سرت ہمہ نور خدا شوی ؎ در راہِ ذوالجلال چو بے پا و سر شوی
(خواجہ حافظؒ)

محتاج دعا

ناچیز بشیر مخفی القادری علیمی کراچوی

خواجہ حافظ شیرازی کا کلام اعلیٰ درجہ کی غزل گوئی کا ہی نمونہ نہیں بلکہ بلند پایہ معانی شاعری بھی ہے یورپ میں تصوف کا ذوق بیشتر دیوان حافظ کے مطالعہ سے ہی پیدا ہوا"
(سر تیج بہادر سپرو الہ آبادی)

"عرفانِ حافظ" (از شیاما چرن داس صاحب)

! حضرت حافظ شیرازیؒ کا سرچشمہ فیض !

میں ناچیز کتاب "اقبال کی خودی اور حافظ کی بیخودی" کی اشاعت دوم کی تقریب پر خواجہ حافظ کے حالات و سرچشمہ فیض کے سلسلہ میں اپنی امکانی کوشش سے مزید تحقیق میں مصروف تھا کہ دورانِ مطالعہ ہی میں حضرت مولانا امام الدین احمد مرحوم گلشن آبادی کی دو نایاب تصانیف اردو زبان میں میرے کتبخانہ میں مجھے ملیں جس سے میں نے دوسری کتاب "چند جرعاتِ رومی اور اقبال" میں بھی کافی استفادہ کیا اس کتاب میں خواجہ حافظ کے ایک شیخ بزرگ کا ذکر نظر سے گذرا اور خواجہ صاحب کے فرزند ارجمند حضرت شاہ نعمانؒ کا بھی تذکرہ ملا جو ہندوستان میں اسیر گڑھ کے قلعہ کے گرد مدفون ہیں، مولانا سید امام الدین احمد اپنی کتاب "تذکرۃ الانساب" میں لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ جلال الدین عبداللہ الحسینی الصفوی قدس سرہ صاحب بجا نور نسبتاً حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی نسل سے تھے آپ بڑے

بزرگ سادات کرام و مشائخین عظام ذوی الاحترام بلدہ دار الظفر بیجاپور ے ہیں آپ کے جدِ ششم سید قطب الدین محمد بڑے عالم ربانی تھے حضرت حافظ شمس الدین شیرازی قدس سرہٗ نے آپ سے خرقۂ خلافتِ فقر حاصل کیا تھا چنانچہ آپ روضۂ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو تشریف لے گئے جب آپ نے السلام علیکم یا جدی روضۂ منورہ پر جاکر فرمایا اندرون روضہ سے آواز آئی وَعلیکَ السلام یا وَلدی چنانچہ اس مضمون کو حضرت لسان الغیب قدس سرہٗ نے اشعار مدحیہ سید قطب الدین محمد کے تحریر کیا ہے ،

عفوِ سیّدی و معتمدی قطب دین المحیین الصمدی
الذی قال فیہ ذو السندی وَعلیکَ السلامَ یا وَلدی
مصطفےٰ احترامِ او فرمود، خلد رضواں مقامِ او فرمود
در جوابِ سلامِ او فرمود، وَعلیکَ السلامَ یا وَلدی
حافظ از جاں غلامِ ایشاں است ؛ خطبہ دیں بنامِ ایشاں است
دیں بدایت بنامِ ایشاں است ؛ وَعلیکَ السلامَ یا وَلدی

"ملفوظِ جلالیہ میں ہے کہ آپ شاہ اسماعیل صفوی بادشاہ کے نبیرہ اور خواہرزادہ سلطان طہماسپ کے ہیں شاہ اسماعیل صفوی سید السادات حضرت صفی الدین اردبیلی کے نبیرہ ہیں اس لئے صفوی مشہور ہیں اور تمام ملکِ ایران پر حکومت کرتے تھے، غرض حضرت شید جلال الدین صفوی اپنے خالو سلطان طہماسپ کے عہدِ سلطنت میں شہر تبریز سے بیجاپور دکن کی جانب علی عادل شاہ بادشاہ دکن کے عہدِ سلطنت میں تشریف لائے تھے آپ کی ذاتِ فیض آیات سے ملک دکن میں اسلام نے بڑی رونق پائی مزار آپ کا بیجاپور میں ہے"
(روضۃ الاولیا)

"شاہ نعمان چشتی رح" آپ مشاہیر اولیا اور اکابر فضلائے برہان پور سے ہیں آپ کے والد کا نام خواجہ شمس الدین حافظ بن خواجہ نور الدین خواجہ شرف الدین بن خواجہ محمد زاہد ہے جن کا نسب خواجہ مودود چشتی رح کے ساتھ ملتا ہے بارہ برس کی عمر میں علوم ظاہری کی تحصیل کی بعد چند روز علوم باطنی میں قدم رکھا اور سید علاؤ الدین ضیا چشتی دولت آبادی کی خدمت میں آکر مرید ہوئے زہد و ریاضت سے مراتب سلوک طے کیا اور خرقۂ خلافت باطنی سے مشرف ہوئے، ملک خاندیش کے صاحب ولایت ہیں آپ نے قلعہ اسیر کے پاس صحرا میں اپنی خانقاہ تعمیر کرائی اور یاد الٰہی میں معروف رہے وہاں ایک جوگی بت پرست بڑا کیمیا گر مشہور تھا آپ کی صحبت سے مشرف بہ اسلام ہوا اس کی قبر آپکے مرقد کے پاس ہے آپ کے خلفا بہت سے ہیں ۱۰۳۱ھ میں آپ نے رحلت کی اور قلعہ اسیر برہان پور کے قریب آپ کا مزار پر انوار ہے (برکات الاولیا)

مولانا سید امام الدین احمد مرحوم سابق مدرس فارسی و عربی مدرسہ سرکاری ناسک نے کافی تحقیق سے یہ دونوں کتابیں ترتیب دی ہیں مشاہیر ملت اور اکابرین کے روحانی تذکرہ اذکار ہیں حضرت خواجہ حافظ رح نہ صرف ادبی حیثیت ہی سے ممتاز مقام کے مالک ہیں بلکہ روحانی حیثیت سے بھی آپ یگانہ خصوصیت رکھتے ہیں اور سادات فاطمیہ کے میخانۂ فیض کے ایک آزاد جرعہ نوش ہیں (بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم) خواجہ حافظ رح

نوٹ۔ خواجہ حافظ رح کے دیوان کا انگریزی ترجمہ جناب بی۔ ڈی ادسا سکینڈ ایم اے پرشین فسٹ کلاس ادیب منشی فاضل پروفیسر اردو و فارسی راجہ رام کالج کولھاپور کا ایک حصہ مجھے ابھی ملا ہے خواجہ صاحب کے ادبی کاموں کے سلسلہ میں پروفیسر مذکور نے لسان الغیب میر ولی اللہ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل، شعر العجم شبلی نعمانی کے کاموں کو

I offer my hearty thanks to Mr. Waliullah who very kindly allowed me to use pro. excellent and scholary Book which I think is the standard work on Hafiz in urdu.

دقت کی نظر سے دیکھا ہے اور لکھا ہے
پروفیسر وراسکینہ نے دیوان حافظ کے مشکلات و معانی مفہوم و اشارات سخن پر کافی محنت سے روشنی ڈالی ہے انگریزی میں دیوانِ حافظ کی یہ ادبی خدمت حافظ کی ہر دلعزیزی مقبولیت عامہ اور مغربی دلچسپی کی واضح دلیل ہے ع "نکتہا ہست بسے محرم اسرار کجا است"

والسلام ناچیز بشیر مخفی الآدمی علمی کراچوی

"خواجہ حافظ کا نایاب کلام"

خواجہ حافظ شیرازی کا ایک عمدہ عارفانہ کلام تذکرہ غوثیہ میں حضرت مولانا الحاج سید غوث علی شاہ صاحب قبلہ قلندر قادری پانی پتی کی زبانِ فیض ترجمان سے ارشاد ہوا اور تذکرہ میں قلمبند کیا گیا جو دیوان و مجموعہ کلام حافظ شیرازی میں موجود نہیں

سر نیست در حقوق محبت برائے ما ⁂ عشاق از دو دیدہ کشند ابتلائے ما
حافظ بعیفہ نالہ کند در بلائے غم ⁂ باشد کہ خود علاج کند در دہائے ما!

اسی کلام پر ایک روایت ایک معتمد اہل علم سے جو احمد نگر دکن میں مقیم ہیں قبلہ والد ماجد مدظلہ کی صحبت میں مجھے سننے میں آئی وہ خواجہ حافظ کے شیدائی اور دیوان حافظ کے بہت معتقد تھے اور اکثر روحانیت حافظ کی طرف متوجہ رہتے اور غزلیات حافظ پڑھتے یہی غزل جو تذکرہ غوثیہ میں ہے انھیں ایک بزرگ نے انکی غیر موجودگی میں انکے مکان میں

کو لکھکر حوالہ کی بعد میں خواب میں یہ بشارت ہوئی کہ یہ غزل لکھنے والے خود صاحب کلام یعنی خواجہ حافظؒ تھے واللہ اعلم بالصواب، ان کا بیان ہے کہ یہ غزل دیوان میں نظر نہیں آئی جبپر تذکرہ غوثیہ" میں دکھلادی گئی وہ اور محو حیرت ہو گئے اس قسم کا ایک واقعہ عالم روحانیت کا چشم دید طور پر خود حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی محدثؒ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیمؒ دہلوی کو آگرہ میں پیش آیا جبکہ حضرت خواجہ شیخ سعدیؒ کی روحانیت خود مجسم ہو کر آپ کو اپنا شعر بتلا گئی اور قسم دینے پر شاہ عبدالرحیم کو بتلایا کہ سعدیؒ ہمیں فقرا ست (انفاس العارفین) (و عالم برزخ) حضرت ذوقی شاہ صاحب علیگ مرحوم بی اے، ص ۵ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ۛ ہر زماں از غیب جانے دیگر است) سہ حالات و دیوان قطب

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں ۛ وہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں
(اقبال)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔

جوہر انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں ۛ آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں

اَلْوَلِیُّ تُرِیْحَانَۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ قَالَ سَیِّدُنَا الشَّیْخُ غَوْثُ الْاَعْظَمُ الْجِیْلِیُّ الْحَسِیْنِیُّ سُلْطَانُ الْاَوْلِیَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَ اَرْضَاہُ عَنَّا فَسَلَامٌ لَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞ "صد سال می تواں سخن زلف یار گفت"

ناچیز بشیر مخفی القادری عفی عنہ

مطبوعات ادارہ عالیہ تبلیغی روحانی حب ذیل ہیں!

(۱) بادۂ نور کے چند قطرے، علم بردار وحدت کا جشن میلاد

(۲) یادگار لطیف منظوم کلام نعتیہ حضرت شاہ لطیف القادری مہاجر مدنیؒ

ستان حسینی، از جناب صاحبزادہ علمی القادری،

IQBAL ★ LIBRARY ★ ACADEMY, KARACHI.
Book No. 1591

(ٹائیٹل آرمی پریس کراچی میں چھپا)

LIBRARY ★ IQBAL ACADEMY, KARACHI ★
Book No. 1591

Iqbal Academy Pakistan
LAHORE
Call No. ۸۱۱۰۶۶ ج / ق ا د ـ ا   Acc. No. 1591
Title اقبال کی خودی اور حافظ کی بے خودی
Author القادری، بشیر مخفی

Iqbal Academy Pakistan
Lahore

00001591